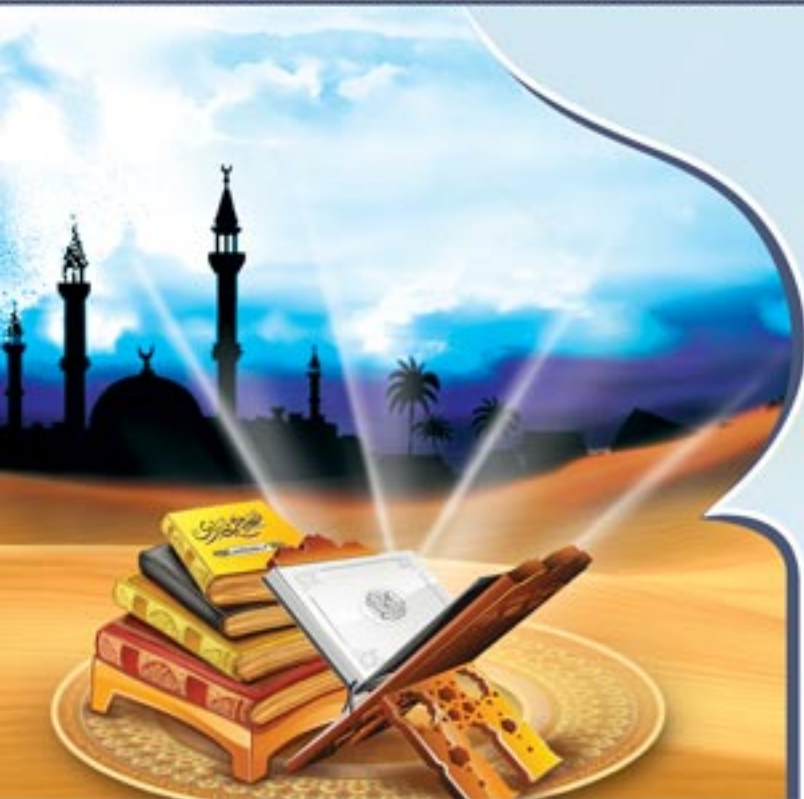


سلسلہ
مواعظِ حسنہ
نمبر ۷۷

علم اور علماء کرام کی عظمت



شَيْخُ الْعَرَبِ عَارِفٌ بِاللُّغَةِ مَجْدُ زَمَانِهِ حَضْرَتُ أَقْدَسِ مَوْلَانَا شَاهِ حَكِيمٍ مُحَمَّدٍ سَلَّمَ خَيْرَ صَاحِبِ رِجَالِ الشَّامِ وَالْعَجَمِ

خاتقاہ امدادیہ اہل شرفیہ : کلشن اقبال پورہ



سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۷۴

علم اور علماء کرام کی عظمت

شَيْخُ الْعَرَبِ عَارِفٌ بِاللُّغَةِ مَجْدِ زَمَانِهِ
وَالْعَجْمِ عَارِفٌ بِاللُّغَةِ مَجْدِ زَمَانِهِ

حَضْرَتِ اَقْدَسِ مَوْلَانَا شَاهِ حَكِيمِ مُحَمَّدِ سَدِّقِ خَيْرِ صَاحِبِ رَحْمَةِ الرَّحْمٰنِ

حسبِ هِدَايَةِ وَارْشَادِ

حَلِيمِ الْأُمَّتِ حَضْرَتِ اَقْدَسِ مَوْلَانَا شَاهِ حَكِيمِ مُحَمَّدِ سَدِّقِ خَيْرِ صَاحِبِ رَحْمَةِ الرَّحْمٰنِ

محبت تیرا صفت ہے شرمیں تیرے نازوں کے
جو میں نہ لکھتا ہوں خزانے تیرے نازوں کے

بہ فیض صحبت ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں اسکی اشاعت ہے

انتساب

شیخ العرب عارف باللہ محدث زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمہ اللہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محل الشہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری صاحب رحمہ اللہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمہ اللہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

- و عظ : علم اور علماء کرام کی عظمت
- واعظ : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- تاریخ و عظ : ۲۴ شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۳ مئی ۱۹۸۶ء بروز اتوار
- مقام : ڈھاکہ، بنگلہ دیش
- مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ (خليفة مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)
- تاریخ اشاعت : ۲ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱ مئی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات
- زیر اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
- پوسٹ بکس: 11182 رابطہ: +92.21.34972080، +92.316.7771051
- ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com
- ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیر نگرانی شیخ العرب والجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی شائع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شائع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبہ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

- ۷..... عرض مرتب
- ۸..... شیخ بنانا کیوں ضروری ہے؟
- ۱۰..... علماء کے سامنے دعوائے علم بے ادبی ہے
- ۱۱..... عمامہ کے متعلق بعض غلط فہمی کا ازالہ
- ۱۲..... لنگی پہننا سنتِ مؤکدہ نہیں ہے
- ۱۳..... غیر ضروری کو ضروری سمجھنا گمراہی ہے
- ۱۴..... اصلی عشق رسول اتباعِ رسول ہے
- ۱۵..... حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا واقعہ
- ۱۶..... حضرت آسیہ کا ایمان
- ۱۷..... نابہل سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے
- ۱۸..... حضرت آسیہ کے لیے ایک عظیم الشان نعمت
- ۱۸..... اللہ پر فدا ہونے کا انعام
- ۲۰..... اللہ کے نام کی لذت
- ۲۲..... اہل علم کو اہل ذکر سے کیوں تعبیر کیا گیا؟
- ۲۲..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں
- ۲۳..... صحابہ کرام کی دین کی حرص
- ۲۴..... علماء پر تنقید نادانی و بد فہمی ہے
- ۲۵..... اسلام کا پیغام سارے عالم میں پہنچ چکا ہے
- ۲۶..... کافروں کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے
- ۲۸..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد

- ۲۹..... علماء کی تحقیر حرام ہے
- ۳۱..... اہانتِ علم و علماء کفر ہے
- ۳۲..... اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ
- ۳۳..... اہل علم کا بلند درجہ
- ۳۳..... علماء فرض کام میں لگے ہوئے ہیں
- ۳۵..... ہر مسلمان پر دعوت الی اللہ فرض نہیں
- ۳۷..... حضرت یوسف علیہ السلام کی دعائے حسن خاتمہ
- ۳۸..... دعوت الی اللہ کے لیے صلاحیت بھی شرط ہے
- ۳۹..... اپنی نظر میں حقیر ہونا مطلوب ہے
- ۴۰..... قرآن پاک کی رو سے نبیوں والے کام
- ۴۰..... قرآن کا ترجمہ محض لغت سے کرنا عظیم گمراہی ہے
- ۴۲..... نباتات کے سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟
- ۴۳..... حکمت کی تعریف
- ۴۶..... تزکیہ نفس کے مدرسے کہاں ہیں؟
- ۴۸..... تزکیہ نفس کی مثال
- ۴۹..... تزکیہ نفس کی تعریف
- ۵۱..... شیخ کامل کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی
- ۵۲..... جعلی پیروں کی جہالت
- ۵۲..... جس کا کوئی پیر نہ ہو اسے پیر نہ بنائیں
- ۵۴..... حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توکل
- ۵۴..... اپنی اور اہل و عیال کے دین کی فکر مقدم ہے
- ۵۶..... دین کے کام میں حدودِ شریعت کا لحاظ ضروری ہے

- ۶۱ تبلیغی جماعت نافع ہے، کافی نہیں
- ۶۱ تزکیہ نفس علماء پر بھی فرض ہے
- ۶۳ اکابر کا فنائے نفس
- ۶۵ دین کے شعبے آپس میں رفیق ہیں، فریق نہیں
- ۶۶ تبلیغی جماعت کا عظیم الشان فائدہ
- ۶۶ تبلیغ کے مسائل بتانا تبلیغ کا انکار نہیں ہے
- ۶۷ تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے
- ۶۸ مبارک اور بے مثال جماعت
- ۶۹ علماء کا اکرام نجات کا سرمایہ ہے
- ۷۰ کثرتِ خُلق کی شرح
- ۷۲ ہنسنے میں بھی دل اللہ سے غافل نہ ہو
- ۷۳ حق بات کہنے کا سلیقہ
- ۷۴ راہِ حق میں طعن و ملامت سے نہ ڈریں
- ۷۵ اپنے عیوب کا استحضار رکھیں
- ۷۵ اللہ والے کی نافرمانی کی سزا
- ۷۷ اہل علم کی فضیلت
- ۷۷ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر



نقشِ قدمِ نبیؐ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مرتب

پیش نظر وعظ مجی و محبوبی، سیدی و سندی، مرشدی و مولائی، شیخ العرب و العجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب **ادام اللہ تعالیٰ ظلہم علینا الی مئة و عشرين سنة** کے دو مواعظ اور متعدد ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے افادہٴ اُمت کے لیے ”علم اور علماء کرام کی عظمت“ کے عنوان سے مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے کا اہم وعظ ڈھاکہ، بنگلہ دیش میں ۲۴ شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۸۶ء میں ہوا۔

پیش نظر عظیم الشان وعظ میں حضرت والا نے علم دین اور علمائے کرام کی عظمت قرآن پاک اور احادیث نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں جس طرح مدلل انداز میں پیش کی ہے وہ حضرت والا کے تبحر علم اور بصیرت کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔

عوام میں جن میں اکثر دیندار لوگ بھی شامل ہیں علمائے کرام کی اہانت اور تمسخر کا خطرناک رجحان نمودار ہے جس کی وجہ علمائے کرام کے مرتبے اور عظمت سے ناواقفیت ہے، ان شاء اللہ یہ بیان ان کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہو گا۔ یہ وعظ ان لوگوں کے لیے بھی مشعل راہ ہدایت کا کام دے گا جو دین کا کام حدود شریعت کا لحاظ کیے بغیر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت والا کی ذات بابرکات کو مع صحت و عافیت تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھیں، حضرت والا کے فیوض و برکات تاقیامت جاری رکھ کر ان کو حضرت والا کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں اور ہمیں حضرت والا کی ذات مبارکہ کے فیوض و برکات سے خوب خوب نوازیں اور امت کو اس وعظ سے استفادے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ، بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ الصَّلٰوَةُ وَالتَّسْلِیْمُ

یکے از خدام

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

علم اور علماء کرام کی عظمت

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

شیخ بنانا کیوں ضروری ہے؟

اس وقت میرا دور روحانی بیماریوں یعنی غصہ اور بد نظری کے سلسلے میں کچھ عرض کرنے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن بیان اور اپنی نصرت خاص نصیب فرمائیں اور سننے والوں اور سنانے والے کو اخلاص نصیب فرمائیں۔ اور اخلاص سے سننا کیا ہے؟ کہ عمل کی نیت سے سننے، خالی واہ واہ کے لیے نہیں، اور سننے والا بھی واہ واہ کا طالب نہ ہو بلکہ آہ آہ کا طالب ہو۔ واہ سے کام نہیں بنے گا، آہ سے کام بنے گا۔ اسی لیے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تخلص ہی آہ رکھا تھا۔ حضرت کا ایک شعر ہے۔

تمہاری کیا حقیقت تھی میں آہ۔

یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام علمی و عملی کمالات کی نسبت اپنے شیخ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی۔ مطلب یہ کہ مجدد زمانہ، ڈیڑھ ہزار کتابوں کے مصنف، بڑے بڑے علماء کے شیخ نے اپنی نفی کر کے اپنے کمالات کو اپنے شیخ کی طرف منسوب کیا۔ یہی چیز انسان کو عجب و کبر سے اور اپنے کو بڑا سمجھنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور جس کا شیخ نہ ہو تو پھر وہ اپنی طرف نسبت کرتا ہے کہ میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا، اور جہاں ”میں میں“ ہو وہیں انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ یہی ”میں“ والی بیماری شیطان کو تھی جس نے آنکا کہا تھا۔ اسی اتانیت کو ختم کرنے کے لیے بڑے بڑے علماء نے بھی اللہ والوں کو اپنا شیخ بنایا اور تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے علماء جو علم کے آفتاب اور ماہتاب تھے، ان حضرات نے بھی اپنے نفس کو

مٹانے کے لیے اور اپنی تربیت کے لیے مرثیٰ اور شیخ کا انتخاب کیا۔ کوئی شخص مرثیہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کا کوئی مرثیہ نہ ہو۔ آج مسجد و مدرسے سے نکل کر دستارِ فضیلت سر پر باندھ کر فوراً مسجد میں امامت کی جگہ بناتے ہیں اور اس کے بعد مقتدیوں کے مرثیٰ بن جاتے ہیں، حالانکہ پہلے خود مرثیہ نہیں بنے، تو جو شخص پہلے خود مرثیہ نہ بنا ہو وہ مرثیٰ کیسے بن سکتا ہے؟ نتیجہ یہ ہے کہ پھر لوگوں کی شکایت کرتے ہیں کہ جی! مولویوں کی عزت نہیں ہے۔ مولوی کی میم پر جب تک پیش رہے گا اس کی عزت نہیں ہوگی یعنی مولوی صاحب جب تک مولیٰ صاحب رہے گا، مولیٰ گاجر کے بھاء بکے گا۔ مولوی کے معنی ہیں مولیٰ والا جیسے لاہوری کے معنی ہیں لاہور والا، پشاور کے معنی ہیں پشاور والا، لکھنؤ کے معنی ہیں لکھنؤ والا۔ پس جب وہ مولوی اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے گا اور اللہ اللہ کر کے مولیٰ والا بن جائے گا تو ان شاء اللہ پھر مخلوق کی مجال نہیں ہوگی کہ اس کو ذلیل کرے، اور جو اس کو ذلیل کرے گا اور دھمکی دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دھمک دے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت **اَلْسَّلَامُ** ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں **اَلْسَّلَامُ** کی تفسیر بیان کی ہے:

اَلَّذِي يَسَلِّمُ عَلَىٰ اَوْلِيَاءِهٖ فَيَسَلِّمُوْنَ مِنْ حَيْثُ مَخُوْفٍ

جو اپنے اولیاء کو ہر ڈرانے والے سے سلامت رکھتا ہے۔ اولیاء اللہ اور علمائے دین کے معاملے میں آج عوام کی جو جرأت ہے کہ مسجد میں گھڑی کی سوئی دیکھتے ہیں، اگر جماعت کے ٹائم سے ایک منٹ اوپر ہو گیا تو امام کے خلاف بولنے لگتے ہیں، گویا ان کے نزدیک امام لوہے کی ٹونٹی ہے کہ جب چاہا کھول دی، جب چاہا بند کر دی۔ اگر استنجا کی وجہ سے کچھ تاخیر ہو گئی تو امام صاحب کا پانچ دس منٹ انتظار کرنا چاہیے، لیکن عوام نے امام کو غلام سمجھ رکھا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں:

اَكْرَمُوا الْعُلَمَاءَ فَاِنَّهُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ

۱۔ روح المعانی: ۲۸/۱۰۳، المحشر (۲۳)، دار احیاء التراث، بیروت

۲۔ کنز العمال: ۱۵۰/۱۰ (۲۸۰۶۳) کتاب العلم، مؤسسة الرسالة

علماء کا اکرام کرو کیوں کہ یہ انبیاء کے وارث اور نائب ہیں۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے **مَنْ لَّمْ يُجَلِّ عَالِمِيْنَا فَلَيْسَ مِنَّا** ^۳ جس نے علماء کی عزت نہیں کی میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں۔

علماء کے سامنے دعوائے علم بے ادبی ہے

اردو کی کتابیں پڑھ کر علماء کی اصلاح مت کیجیے، مفتی نہ بنیے۔ ایک بزرگ عالم نے سجدہ میں اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا، بعد میں ایک صاحب نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سجدہ میں کہنیوں کو زمین سے نہ لگاؤ مثل کتے کے بیٹھنے کے، بلکہ کہنیاں اٹھی رہیں۔ تو مولانا نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ عالم ہیں؟ تو وہ کہنے لگا کہ عالم تو نہیں ہوں، لیکن میں نے اردو کی کتاب میں پڑھا ہے۔ پھر مولانا نے اس سے فرمایا کہ کیا آپ کے سامنے ساری حدیثیں ہیں یا صرف ایک حدیث دیکھ کر آپ مجھ پر اعتراض کر رہے ہیں؟ تو وہ کہنے لگے کہ ساری حدیثیں تو میرے سامنے نہیں ہیں۔ تو مولانا کہنے لگے کہ تم نے مجھ پر جو اعتراض کیا تم نے گناہِ کبیرہ کیا، ایک عالم کی عزت کو تم نے نقصان پہنچایا۔ جب تم جاہل ہو تو تمہیں کیا حق حاصل ہے نصیحت کرنے کا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو سنتیں ہیں: ایک جوانی کی، دوسری بڑھاپے کی۔ جب بڑھاپے میں آپ علیہ السلام کا جسم مبارک بھاری ہو گیا تھا تو آپ علیہ السلام اپنی کہنیوں سے گھٹنوں پر سہارا لیتے تھے۔ اگر کسی عالم کی کوئی چیز کھٹک رہی ہے تو کسی دوسرے عالم سے کہلو، جیسے باپ سے متعلق کوئی چیز کھٹک رہی ہے تو تایا ابا سے گزارش کرو، خود آگے مت بڑھو۔ یہاں تو جس کو دیکھو خود ہی مفتی بنا ہوا ہے۔ یہ مفتی مفت کے ہیں، علم والے مفتی نہیں ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

أَجْرُكُمْ عَلَى الْفُتْيَا أَجْرُكُمْ عَلَى النَّارِ ^۴

جو فتویٰ دینے میں زیادہ جری ہے وہ جہنم میں جانے کے لیے جری ہے۔ ایسے مفتی کے مفتی ہر

^۳ کنز العمال: ۵۷/۹ (۲۵۵۰۳)، التعظیم والقیام مؤسسة الرسالة، ذکرہ بلفظ جعلوا المشایخ فإن تجبیل المشایخ

من إجلال الله، فن لم یجلهم فلیس منا

^۴ سنن الدارمی: ۲۵۹/۱، باب الفتیاء وما فیہ من الشدة، دار المغنی للنشر والتوزیع

مسئلے کے بارے میں اپنا ذاتی خیال ظاہر کرتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ مسئلہ یوں ہے۔ اب تو ٹھیلے والا بھی کہتا ہے کہ میرے خیال میں یہ مسئلہ یوں ہے۔ ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ بھلا دین میں خیال بھی چلتا ہے؟ کیا دین کوئی خیالی چیز ہے؟ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فقہ کی کتاب شامی میں یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر تحقیق کے مسئلہ بتانے میں جری ہوتا ہے وہ جہنم میں جانے کے لیے جری ہوتا ہے۔ پہلے کتابوں میں دیکھو، اگر سمجھ میں نہ آئے تو اپنے اساتذہ، مستند علماء سے پوچھو اور ان کے پاس مسائل بن کر جاؤ، کوئی اعتراض نہ کرو، باادب انداز میں کہو کہ حضرت میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں، شاگرد کی طرح پوچھو۔ امت کے لیے ضروری ہے کہ علماء سے شاگردانہ طریقے سے پوچھے۔

عمامہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

ایک غیر عالم شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ عمامہ کیوں نہیں باندھتے؟ اگر عالم ہوتا تو ایسی بات نہ کرتا، کیوں کہ عمامہ باندھنے سے متعلق یہ باتیں مشہور ہیں کہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اور جمعہ کے دن عمامہ باندھ کر جمعہ پڑھانے سے ستر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے، مگر محدث اعظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”موضوعات کبیر“ میں لکھتے ہیں کہ **ذَلِكَ كُلُّهُ بَاطِلٌ مُّؤَسَّسٌ** یعنی یہ باطل اور گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ لہذا تھوڑے سے علم میں جو لوگ الجھ جاتے ہیں تو ان کو اس معاملے میں جرأت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ کتابوں سے اور بڑے علماء سے رجوع کریں۔ ان کے پاس دماغ تو ضرور ہے مگر دماغ میں گرمی ہے۔ جس زمانے میں لوگ کسی غیر واجب عمل کو واجب سمجھنے لگیں تو اس عمل کا ترک واجب ہو جاتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے علماء و مشائخ کو خود کہتے ہوئے سنا ہے کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ صحابہ نے ٹوپی سے بھی نمازیں پڑھی ہیں۔ اگر عمامہ باندھ لیا جائے تو اچھا ہے، لیکن اس کو واجب سمجھ لینا جائز نہیں۔

میں ایک دفعہ ڈھا کہ گیا تو دیکھا کہ مسجد میں منبر پر ایک عمامہ رکھا ہوا ہے، اس پر بے شمار مکھیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور بہت سارے داغ تھے، اتنے میں امام نماز پڑھانے آیا، اس نے وہ عمامہ باندھا اور نماز پڑھائی، نماز پڑھا کر عمامہ واپس منبر پر رکھ کر چلے گئے۔ محض



مقتدیوں کے ڈر کی وجہ سے عمامہ باندھ کر نماز پڑھائی۔ بعض مسجدوں میں مقتدی غالب ہیں، جہالت کا غلبہ ہے، امام بے چارے کے ناک میں دم کیے ہوئے رہتے ہیں، لیکن کسی صحیح عالم امام سے رابطہ ہو جائے تو صحیح مسئلہ معلوم ہو جائے گا۔ تو اس مسجد میں یہ سلسلہ ماشاء اللہ میری ایک ہی تقریر سے ختم ہو گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ عمامہ کبھی باندھو اور کبھی نہ باندھو تاکہ امت اس کو واجب نہ سمجھنے لگے۔

تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا کہ میں تفسیر بیان القرآن لکھتا ہوں اور اس وجہ سے مجھے بہت مطالعہ کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے میرا دماغ گرم رہتا ہے، اس لیے مجھے عمامہ باندھنے کا تحمل نہیں ہوتا۔ پھر حضرت نے اس شخص سے ایک سوال کیا کہ تم مجھے اتنی تاکید سے عمامہ کے بارے میں کہتے ہو، تو میں تم سے کہتا ہوں کہ تم لنگی کیوں نہیں باندھتے ہو جبکہ لنگی بھی تو سنت ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ لنگی کھل جاتی ہے اور میں ننگا ہو جاتا ہوں۔

لنگی پہننا سنت مؤکدہ نہیں ہے

بہت سارے علاقے ایسے ہیں جہاں لنگی باندھنے کو ضروری سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ سنت غیر مؤکدہ اور سنت عادیہ میں سے ہے، لیکن لنگی باندھنے میں احتیاط بھی بہت ہونی چاہیے۔ میں نے لنگی باندھنے والوں کو بھی دیکھا ہے، کیوں کہ بنگلہ دیش کے کچھ طلباء ہمارے ہاں پڑھتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے رات کو معاینہ کیا، تو دیکھا کہ وہ خود کہیں تھے اور ان کی لنگی کہیں تھی۔ ایک عالم ہمارے ہاں استاد تھے اور دیوبند کے فاضل تھے، لنگی باندھتے تھے، ایک دفعہ جب مچھروں نے ان کے منہ پر کاٹا تو لنگی سے اپنا منہ چھپالیا، تو بتاؤ ایسی لنگی پہننا جائز ہے جو ستر کو دکھائے؟ اسی لیے کہتا ہوں کہ دن کو لنگی پہنو اور رات کو پاجامہ پہنو تاکہ تمہارے اعضائے مستورہ نہ کھل جائیں، خصوصاً جبکہ دوسرے لوگ بھی ساتھ سو رہے ہوں مثلاً تبلیغی اجتماع ہو یا مدرسے میں طلبہ کا ہاسٹل (دارالقامہ) ہو۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامع صغیر“ میں لکھا ہے کہ اگر اکیلے بھی رہو تو ننگے مت سوؤ، کیوں کہ اس سے فرشتوں کو حیا آتی ہے اور ان کو تکلیف ہوتی ہے اور کسی مسلمان کو اذیت پہنچانا حرام ہے تو فرشتوں کو اذیت اور تکلیف دینا تو اور حرام ہے۔

بات چل رہی تھی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کہ جب اس آدمی نے حضرت سے کہا کہ میرا ستر کھل جاتا ہے اس لیے لنگی نہیں پہنتا، تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے بھی گرمی لگتی ہے اس لیے عمامہ نہیں باندھتا، تو اس نے کہا کہ اللہ کرے آپ کی گرمی اور بڑھ جائے۔ بعض جاہل ایسے بد تمیز ہوتے ہیں۔ حضرت نے اس کو جو ابا کہا کہ اللہ کرے تم اور ننگے ہو جاؤ۔

غیر ضروری کو ضروری سمجھنا گمراہی ہے

اس کے بعد حضرت نے آرام سے سمجھایا کہ دیکھو کبھی علم نہ ہونے سے غیر ضروری چیزوں کو لوگ ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔ ایک شخص تہجد پڑھتا ہے اور رات دن درود شریف پڑھتا ہے لیکن یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اگر وہ کھڑے ہو کر درود شریف نہ پڑھے تو اس کا درود شریف ہی قبول نہیں ہے اور شبِ براءت کو حلوہ نہ بنایا تو بالکل ہی بے دین ہو گیا، تو یہ شخص دین میں غلو کرنے والا اور گمراہ ہے، کیوں کہ غیر ضروری کو ضروری سمجھتا ہے۔ کس حدیث میں یہ آیا ہے کہ درود شریف کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے؟ صحابہ جیسے عاشقوں نے تو شبِ براءت میں حلوہ نہیں بنایا، تو ایک غیر ضروری چیز کو اس طرح سے ضروری سمجھنا یہ صحیح نہیں ہے۔ جب آپ روضہ مبارک پر کھڑے ہو کر درود شریف پڑھیں تو آہستہ آواز سے پڑھیں۔ روضہ مبارک کے سامنے یہ آیت لکھی ہوئی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

یعنی میرے نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند مت کرو۔ چنانچہ جن کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف کی زیارت کرائی ہے، ان کو معلوم ہے وہاں کوئی زور سے درود شریف نہیں پڑھتا، بلکہ شہد کی مکھیوں کی طرح بڑی پیاری آواز میں لوگ درود شریف پڑھتے ہیں۔ اگر زور سے پڑھیں تو بے ادبی ہے۔ التیحات کے بعد بیٹھ کر درود شریف پڑھنے کا طریقہ مولویوں نے نہیں سکھایا، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معراج شریف میں نماز سکھائی، جس میں درود شریف کھڑے ہو کر پڑھنا نہیں سکھایا بلکہ بیٹھ کر پڑھنا

سکھایا۔ اگر اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنا پسند ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتے کہ قیام کی حالت میں میرے نبی پر درود شریف پڑھو، لیکن اللہ تعالیٰ نے بیٹھ کر درود شریف پڑھنا سکھایا، مگر آج کل اگر کھڑے ہو کر درود شریف نہ پڑھو تو گویا بہت بڑا جرم کر لیا، حالاں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ زیادتی اور گستاخی ہے اور غیر ضروری کو ضروری سمجھنا ہے جو عظیم گمراہی ہے۔ اسی لیے دوستو! میں یہ کہتا رہتا ہوں کہ اللہ کی محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلو اور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ سنت پر چلو۔

اصلی عشق رسول اتباع رسول ہے

بہت سے لوگ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن ان سے پوچھو کہ نماز میں کتنی سنتیں ہیں؟ کچھ معلوم نہیں۔ اور وضو کیا سنتیں ہیں؟ کچھ بتا نہیں، حالاں کہ سنت پر مرنا اور جینا ہمیں نصیب ہو جائے تو ہماری قسمت بن جائے گی۔ آپ بتائیے کہ ایک شخص اپنے باپ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور جب ابا کہتا ہے کہ جاؤ بیٹا! دوا لے آؤ، میں بیمار ہوں، مجھے کھانسی آرہی ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں کام وام تو کچھ نہیں کروں گا، لیکن یا ابا یا ابا کی رٹ لگاتا ہوں گا۔ تو باپ ایسے بیٹے کو کیا کہے گا کہ ابا ابا کی رٹ لگا رہے ہو لیکن ابا کا کہنا نہیں مانتے ہو۔ ایسے ہی بعض لوگ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام زور زور سے پڑھتے ہیں، لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا وقت آتا ہے تو دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں، نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے، حج فرض ہوتا ہے نہیں کرتے، گناہوں سے نہیں بچتے۔ بس سال میں ایک بار میلاد پڑھ لیا اور سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا حق ہم نے ادا کر دیا۔

ایران کا ایک بڑا شاعر ایک دفعہ دہلی آیا، تو سارے لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے، کیوں کہ اس نے ایک نعت لکھی تھی جس کا مضمون بڑا پیارا تھا، اس مضمون سے پتا لگتا تھا کہ اس سے بڑھ کر کوئی عاشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) شاید دنیا میں نہ ہو۔ اس کی نعت سن کر ایک اللہ والے بھی اس کے پاس پہنچ گئے، انہوں نے دیکھا کہ وہ شاعر ایک حجام کے پاس بیٹھ کر داڑھی منڈا رہا ہے۔ عشق کا مدار زبان پر نہیں بلکہ عمل پر ہے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ آغاز عیش می تراشی؟ اے آغا! یہ کیا کر رہے ہو؟ آپ نے اتنی عمدہ نعت پڑھی اور اب داڑھی منڈا رہے

ہو؟ تو وہ بوکھلا کر شاعرانہ انداز میں جواب دینے لگا کہ ”ریشمی تراشم ولے دل کس رانمی تراشم“ میں داڑھی چھیل رہا ہوں، لیکن کسی کا دل تو نہیں چھیل رہا ہوں۔ تو اس اللہ والے نے جواب دیا کہ ”بلے دل رسول اللہ می تراشی“ اے شخص! تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل چھیل رہا ہے۔ اس لیے دوستو! نبی کے عاشقو! اور میدانِ محشر میں نبی کی شفاعت کی امید رکھنے والو! زندگی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داڑھی منڈی ہوئی صورتوں سے نفرت کے ساتھ چہرہ پھیرا ہے اور جس حالت میں موت آئے گی اسی حالت میں اس کو اٹھایا جائے گا، لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہنا کہ یا اللہ! اس وقت تک ہمیں موت نہ دینا جب تک کہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک شکل نہ عطا فرمادیں، تاکہ قیامت کے دن میدانِ محشر میں ہم یہ شعر پڑھ سکیں۔

ترے محبوب کی یا رب شہادت لے کے آیا ہوں

حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس حالت میں آدمی مرتا ہے اسی حالت میں اس کا حشر ہوگا۔ اگر کل میدانِ محشر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ سیکھوں نے تو اپنے گرونانک کی محبت میں داڑھیاں رکھیں، مگر میری محبت میں تمہیں شرم نہ آئی اور میری شکل و صورت میں تمہیں کیا خرابی نظر آئی کہ تم نے داڑھی نہیں رکھی؟ تو کیا جواب دو گے؟ اگر اللہ تعالیٰ کو داڑھی پسند نہ ہوتی تو اپنے نبیوں کو داڑھی نہ رکھنے دیتے۔ اللہ کے جتنے محبوب بندے گزرے ہیں ان سب نے داڑھی رکھی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جو جادو گر آئے تھے، ان سب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا حلیہ اختیار کیا ہوا تھا، داڑھی، لمبا کرتا اور لاٹھی۔ ان لوگوں نے یہ شکل و صورت اس وجہ سے اختیار کی تھی کہ اگر کہیں انہیں شکست بھی ہو جائے تو پتہ نہ چلے کہ کون ہار کر بھاگ رہا ہے۔ ہوشیاری کی تھی، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکل و صورت جیسی ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان کی شکل و صورت پسند آگئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو

ایمان عطا فرمادیا، سب سجدے میں گر گئے، حالاں کہ ان لوگوں کی نیت بھی صحیح نہیں تھی، سب جادو گر یہ جان گئے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کے اژدھے نے جو ہماری لاٹھیوں کو نگل لیا ہے تو یہ جادو نہیں ہے، اس لیے کہ جادو نام ہے نظر بندی کا، ان جادو گروں نے لوگوں کی نظر بندی کر کے اپنی لاٹھیوں کو سانپ دکھایا تھا جو حقیقت میں سانپ نہیں لاٹھیاں تھیں، لیکن ادھر موسیٰ علیہ السلام کا عصا اللہ کے حکم سے حقیقتاً اژدھا بن گیا اور چلنے لگا، چنانچہ اس اژدھے نے سب جادو گروں کے سانپ کھالیے جو رسی پر نظر بندی تھی، تو جادو گر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے، جادو ہوتا تو وہ لاٹھی حقیقت میں اژدھا نہ بنتی، لاٹھی ہی رہتی، لیکن نظر بندی سے اژدھا معلوم ہوتی، لہذا سب سجدہ میں گر گئے اور سب نے کہا **اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** ﴿۳۱﴾ **رَبِّ مُوسٰى وَهٰرُونَ** ہم حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لائے، کیوں کہ لوگ فرعون کو رب کہتے تھے تو ان سب نے امتیاز کر دیا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام والے خدا پر ایمان لاتے ہیں۔

حضرت آسیہ کا ایمان

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ یا اللہ! میں نے فرعون اور اس کے وزیر ہامان پر انتہائی محنت کی حتیٰ کہ پسینے آگئے، لیکن پھر بھی آپ نے ان کو ایمان عطا نہیں کیا، حالاں کہ فرعون کو تھوڑا سا سمجھ میں آگیا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام سے کہا (جو اس وقت ایمان لاچکی تھیں لیکن ظاہر نہیں کر سکی تھیں) کہ کیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آؤں؟ وہ مجھے اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اے فرعون! اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو چار نعمتوں سے نوازے گا: (۱) تو ہمیشہ تندرست رہے گا اور کبھی بیمار نہ ہو گا۔ (۲) تیری جوانی ہمیشہ باقی رہے گی۔ (۳) تیرے باطن کو تعلق مع اللہ کی ایسی دولت عطا ہوگی کہ تو دنیوی زندگی سے زیادہ موت کو محبوب رکھے گا۔ (۴) اور تجھے آخرت کی سلطنت بھی عطا ہوگی یعنی تیری آخرت بھی اللہ درست کر دے گا۔

فرعون کی زبانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغام سن کر حضرت آسیہ علیہا السلام نے جواب دیا کہ تجھ جیسے ظالم اور خدائی کا دعویٰ کرنے والے کو خدائے کریم یاد فرما رہے ہیں۔ ارے ظالم! خوشی کے مارے تیرا پتہ کیوں نہیں پھٹ گیا؟ یہ معمولی کرم نہیں ہے کہ تجھ جیسے ظالم اور سرکش کو مولائے کریم یاد فرما رہا ہے۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اے فرعون! تو مشورہ نہ کر، جلدی سے کلمہ پڑھ لے، تجھے تو اسی مجلس میں خوشی خوشی اس دعوت کو قبول کر لینا چاہیے تھا، مجھے تعجب ہے کہ تو خوشی کے مارے مر کیوں نہیں گیا کیوں کہ گنجے کے عیب کو تو ایک ٹوپی چھپا لیتی ہے، لیکن تیرے عیبوں کو تو اللہ کی رحمت چھپانا چاہتی ہے اور بار بار اللہ اللہ کہنے لگیں اور زار و قطار رونے لگیں۔

نااہل سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے

اس کے بعد فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کیا کہ میری بیوی جو کہہ رہی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اے ہامان! میں زمین کے معاملات میں تجھ سے مشورہ لیتا رہتا ہوں، لہذا آسمان کے معاملے میں بھی میں تجھ سے مشورہ لینا چاہتا ہوں، لیکن یہ کبخت اگر آسمانی ہوتا تو اس کا مشورہ صحیح ہوتا، یہ تو زمین کا کیرا تھا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس پرندے کو اللہ آسمانی بناتا ہے تو اس کا منہ اوپر کی طرف رہتا ہے، اگرچہ ابھی اس کے پر بھی نہ نکلے ہوں۔ چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو، لیکن پھر بھی اس کا منہ آسمان کی طرف ہوتا ہے، کیوں کہ اس کو مستقبل میں اڑنا ہے اور آسمانی بننا ہے، چنانچہ کبوتر کا بے بال و پر کا بچہ آسمان کی طرف دیکھتا رہتا ہے اور اپنے بازوؤں کو ہلاتا رہتا ہے، کیوں کہ مستقبل میں اُس کو اڑنا ہے اور گائے بیل کے بچے ہمیشہ نیچے کی طرف دیکھتے ہیں، کیوں کہ ان کو اڑنا نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اللہ والا بنانے کا ارادہ فرماتے ہیں، تو اس کو ہر وقت آسمان اور زمین میں غور و فکر کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں کہ ہمارا خالق کون ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہچو فرنے میل اوسوئے سما

منتظر بہادہ دیدہ بر ہوا

یعنی مثل کبوتر کے بچے کے ہر وقت اس کا میلان آسمان کی طرف ہوتا ہے، اگرچہ اس وقت اس کے پر نہیں ہیں، لیکن وہ ہر وقت منتظر ہے کہ کب میرے پر نکلیں گے اور کب میں اڑوں گا۔

حضرت آسیہ کے لیے ایک عظیم الشان نعمت

خیر فرعون کو جب اپنی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام کے ایمان کا پتا چلا، تو اس ظالم نے ان کو بہت تکلیف پہنچائی، بہت ستایا، لکڑی کے تختے پر لٹا کر آپ علیہا السلام کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں گاڑ دیں، حتیٰ کہ اسی حالت تکلیف میں آپ کی روح نکل گئی۔ مفتی بغداد علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے:

وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ أَسِيَّةَ امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ تَكُونُ
زَوْجَةً نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور تحقیق یہ وارد ہے کہ حضرت آسیہ زوجہ فرعون جنت میں ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کے نام پر ذرا مر کے تو دیکھو! مردہ لاشوں پر جو مر رہے ہیں ان کو کچھ نہیں ملے گا، بلکہ مردہ پلس مردہ ڈبل مردہ ہو جائے گا۔ دنیا کے یہ حسین بھی مردہ ہیں، قبروں میں ایک دن گل سڑ جائیں گے اور ان پر مرنے والے بھی مردہ ہو جائیں گے۔ جو مستقبل میں مردہ ہونے والے ہیں وہ گویا مردہ ہی ہیں، مردہ مردہ پر فدا ہو کر ڈبل مردہ ہو رہا ہے۔

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

اللہ پر فدا ہونے کا انعام

لیکن اگر اللہ پر فدا ہو جاؤ تو اللہ کیا انعام دیتا ہے؟ دیکھو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کیا مقام ملا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ جلد نمبر ایک میں لکھتے ہیں کہ ان کا اصل نام

امام احمد بن محمد بن حنبل تھا۔ امام احمد کے والد محمد تھے اور حنبل آپ کے دادا کا نام تھا، لیکن آپ کا پورا نام امام احمد بن حنبل مشہور ہو گیا اور باپ کا نام چھپ گیا۔ یہ اپنے وقت کے بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے۔ ان کا ایک مسئلے میں بادشاہ سے اختلاف ہو گیا، یہ حق پر قائم رہے، بادشاہ نے بہت دھمکیاں دیں کہ اپنے موقف سے ہٹ جاؤ ورنہ سخت سزا دوں گا، لیکن امام احمد بن حنبل اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور کسی سزا کی پروا نہ کی۔ بالآخر جب بادشاہ نے ان کو کوڑے مارنے کی سزا مقرر کی، تو بغداد میں ایک شور مچ گیا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا آج امتحان ہو رہا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جب پہلا کوڑا مارا گیا تو فرمایا: **سُبْحَانَ اللَّهِ** جب دوسرا کوڑا مارا تو فرمایا: **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** اور جب تیسرا کوڑا مارا گیا تو فرمایا: **كُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا** یعنی یہ مصیبت جو آگئی ہے یہ اللہ نے ہمارے لیے مقرر کی ہے جو ہمارا مولیٰ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اتنے کوڑے مارے گئے کہ آپ کا ازار بند ٹوٹ گیا جو کپڑے کا بنا ہوا تھا، تو فوراً آسمان کی طرف نظر اٹھائی، اُس وقت آپ کے ہونٹ بھی ابل رہے تھے، مگر کسی کو پتہ نہ چلا کہ کیا فرمایا؟ پھر وہ ازار بند خود بخود اوپر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ننگا ہونے سے بچالیا۔

ایک محدث نے ایک ہفتہ کے بعد امام احمد بن حنبل کے گھر جا کر عیادت کی اور پوچھا کہ اے امام احمد بن حنبل! آپ نے اس وقت کیا پڑھا تھا؟ تو فرمایا کہ چوں کہ میرا ازار بند ٹوٹ گیا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا **إِنْ كُنْتُ تَعَلَّمْتُ عَلَى الْحَقِّ فَلَا تَهْتِكْ سِتْرِي** اے خدا! اگر تو جانتا ہے کہ حق یہ ہوں تو میرے پوشیدہ اعضا کو ننگا نہ ہونے دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے میرا پاجامہ اوپر اٹھا دیا۔

آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے استاد تھے اور اس وقت مصر میں تھے، انہوں نے اپنے ایک قاصد کو وہاں سے بھیجا اور کہا کہ جس قمیص میں میرے شاگرد امام احمد بن حنبل کو کوڑے لگے تھے وہ قمیص مجھے بھیج دیں۔ چوں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں آپ کے استاد تھے، اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وہ قمیص جس

میں انہیں کوڑے لگے تھے تعمیل حکم میں دے دی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد کی قمیص پانی میں بھگوئی اور وہ پانی پی لیا **فَغَسَلَ قَيْصَهُ وَشَرِبَ مَاءَهُ** ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **هَذَا مِنْ أَجْلِ مَنَاقِبِ إِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ** یعنی یہ امام احمد بن حنبل کے بہت عظیم الشان مرتبے کی بات ہے کہ استاد اپنے شاگرد کا کرتا پانی میں بھگو کر وہ پانی پی لے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: **بَعْدَ مَا تَيْنِ وَثَلَاثِينَ سَنَةً** دو سو تیس سال بعد ان کی بغل میں بغداد کا ایک معزز شہری دفن ہوا، اس نے وصیت کی تھی کہ مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس دفن کرنا، ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ **فَلَمَّا دُفِنَ بِجَنْبِهِ بَعْضُ الْأَشْرَافِ** یعنی جب ان کی قبر کے پہلو میں ایک معزز شہری دفن کیا جا رہا تھا اور دفن کے لیے مزدور جو قبر بنا رہے تھے ان سے غلطی سے امام احمد بن حنبل کی قبر پر پھاؤڑا لگ گیا جس سے ان کی قبر کھل گئی **فَوَجِدَ كَفَنَهُ صَاحِبًا لَمْ يَبَلِ** یعنی دو سو تیس سال بعد بھی ان کا کفن بالکل صحیح تھا، پھٹا تک نہیں تھا **وَجَسَّتُهُ لَمْ تَتَغَيَّرْ** اور اس عاشق کا جسم بھی بالکل متغیر نہیں ہوا تھا، اسی طرح تازہ دم تھا جیسے ابھی ابھی دفن کیا گیا ہو۔ اور یہ آپ کی کرامت تھی۔ جو اللہ پر مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو عزت دیتا ہے۔ اس کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ نکلا تو آپ کا جنازہ دیکھ کر بیس ہزار کافر مسلمان ہو گئے کہ جان دے دی مگر حق اور دین کو نہیں چھوڑا، اس کو کہتے ہیں ایمان **أَسْلَمَ عِشْرُونَ أَلْفًا يَوْمَ وَفَاتِهِ** یعنی ان کی وفات کے دن بیس ہزار عیسائی اور یہودی ایمان لے آئے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

یہودی اور عیسائی ایمان لے آئے کہ اللہ ضرور ہے جس پر اس طرح سے بھی جان دی جاتی ہے۔

ان کے کوچے سے لے چل جنازہ مرا

جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے

بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

اللہ کے نام کی لذت

عشق اور محبت نہ ہو تو سجدے میں مزہ نہیں آتا، لہذا اللہ والوں سے اللہ کی محبت

سیکھ لو۔ آج نماز ہم کو بھاری لگتی ہے، مگر جب اللہ کی محبت دل میں آجائے گی تو پھر ایک اللہ کہنے میں آپ کو دونوں جہاں کی لذت کا کیسپول دل میں اُترتا ہوا محسوس ہوگا، کیوں کہ دونوں جہاں کی نعمتوں کو پیدا کرنے والے اور ان میں لذت رکھنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے دل اس شکر خوشتریا آنکہ شکر سازد

اے دل! یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا بنانے والا۔ جو گنوں میں رس پیدا کرتا ہے تو اس کے نام میں کتنا رس ہوگا؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرے جسم کا بال بال شہد کا دریا ہو جاتا ہے۔

نام او چو بر زبانم می رود

ہر بن مواز عسل جوئے شود

یعنی جب میں محبت سے اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرے سارے بال شہد کے دریا ہو جاتے ہیں۔ ہم تورات کو حلوہ پیٹ میں امپورٹ کرتے ہیں اور صبح لیٹرین میں ایکسپورٹ کرتے ہیں، یعنی کھانے پینے اور درآمد برآمد کے لیے اپنے پیٹ کو ایک دفتر سمجھ رکھا ہے۔ دنیا سے تو مزے وہ لوگ لے گئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کیا۔ جنت میں صرف ایک ہی حسرت رہے گی کہ کاش! دنیا میں اللہ کے ذکر میں کوئی کمی نہ کرتے۔ جب تک سانس ہے چلتے پھرتے **يَا اَللّٰه** **يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمٌ** پڑھتے رہیے، درود شریف وغیرہ پڑھتے رہیے، نظروں کی حفاظت کرتے رہیے اور ساتھ ساتھ دعا کرتے رہیے کہ یا اللہ! ہم نے جو نظروں کی چوری کر کے حرام لذت حاصل کی، اس پر تو ہمیں معاف فرما۔ ہمارا نفس چور ہے، اس سے ہوشیار رہنا چاہیے، جیسے ایک شاعر کہتا ہے۔

اپنے جو توں سے رہیں سارے نمازی ہُشیار

اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

یعنی ان کی داڑھی سفید ہے، مگر یاد رکھنا کہ نفس کی داڑھی کبھی سفید نہیں ہوتی، یہ ظالم ہمیشہ کالی داڑھی رکھتا ہے۔

دھوکا نہ کھائیے کسی ریش سفید سے
ہے نفس نہاں ریش مسود لیے ہوئے

ریش مسود کے معنی ہیں کالی داڑھی۔

اہل علم کو اہل ذکر سے کیوں تعبیر کیا گیا؟

تو بات چل رہی تھی علماء کے احترام کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾

دین کی جو بات تم نہیں جانتے وہ اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔ جملہ مفسرین متقدمین و متاخرین سب نے لکھا ہے کہ اہل ذکر سے مراد اہل علم ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اہل علم کو اہل ذکر سے کیوں تعبیر کیا؟ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اصلی اہل علم وہ ہیں جو بہت زیادہ اللہ کی یاد میں غرق ہیں، اسی سبب سے ان کا نام ہی اللہ تعالیٰ نے اہل ذکر رکھ دیا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں صوفیوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح محبت کرتا ہوں، لیکن علماء سے مثل باپ کے محبت کرتا ہوں یعنی جس طرح اپنے باپ کی عزت کرتے ہو ایسے ہی اپنے امام کی عزت کرو اور ذرا سی بات پر بدگمانی، اعتراض یا غیبت کر کے اللہ کے غضب کو دعوت نہ دو۔ جس میں خود برائیاں ہوتی ہیں اُس کو ہر شخص میں برائیاں نظر آتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں

مشکوٰۃ شریف (باب حفظ اللسان) کی روایت ہے کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست نصیحت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر غفاری کو سات نصیحتیں فرمائیں جس میں سے ایک نصیحت یہ ہے:

أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ أَذِينٌ لِأَمْرِكَ كُلِّهِ

کہ تقویٰ سے رہو تیرے سب کام بن جائیں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ چاہے وہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا، تقویٰ کی برکت سے دونوں جہاں بن جاتے ہیں، کیوں کہ تقویٰ کی برکت سے وہ خدا کا دوست ہو گیا اور جب خدا کا دوست ہو گیا تو خدا کا یہ جہاں بھی ہے اور وہ جہاں بھی ہے، خدا دونوں جہاں میں اس کو راضی رکھتا ہے۔ جب اباراضی ہو تو پردیس میں بھی بیٹے کو خرچہ بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ اچھا کھانا کھاؤ، ایک ملازم بھی رکھو اور خوب آرام سے رہو، اور وطن میں بھی اسی فکر میں رہتا ہے کہ میرے بیٹے کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ اسی طرح جو اپنے ربا کو ناراض نہیں کرتا بلکہ ہر وقت راضی رکھتا ہے، تو ربا بھی اس کو پردیس اور وطن دونوں میں آرام سے رکھتا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ مزید نصیحت فرمائیں، تو دوسری نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

**عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
فَإِنَّهُ ذِكْرٌ لَكَ فِي السَّمَاءِ وَنُورٌ لَكَ فِي الْأَرْضِ**

تلاوت اور ذکر اللہ کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ قرآن شریف طاقوں میں جزدانوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ قرآن پاک کو طاقوں میں مت رکھو، روزانہ تلاوت کرو، چاہے ایک ہی رکوع ہو یا صرف دس آیتیں ہی کیوں نہ ہوں، البتہ مسافر مستثنیٰ ہے، کیوں کہ بروایت بخاری شریف اس کے فرض آدھے ہو جاتے ہیں اور مسافر کو ثواب اتنا ہی ملتا ہے جتنا وہ وطن میں وظیفہ پڑھتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کثرت تلاوت کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آسمانوں میں تیرا ذکر ہو گا اور زمین میں تیرے لیے نور ہو گا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوت قرآن پاک اور ذکر اللہ کا انعام بتا رہے ہیں کہ آسمان میں تمہارا ذکر ہو گا اور زمین میں اللہ تعالیٰ تمہیں نور عطا فرمائیں گے۔

صحابہ کرام کی دین کی حرص

آج ہم لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں سے زیادہ مسائل نہ پوچھو، اگر تم نے نماز کا پوچھا تو روزہ گلے لگا دیں گے، لیکن صحابہ کی دین کی پیاس بجھتی ہی نہ تھی۔ حضرت ابو ذر غفاری

رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں **قُلْتُ زِدْنِي** ہمیں اور زیادہ نصیحت کیجیے۔ دو نصیحتوں کے بعد عرض کیا اور فرمائیے۔ واہ یہ ہے طلب علم! ایک کباب کے بعد دوسرے کباب کی طرف بھی ہاتھ لپکتا ہے، جب دنیوی کبابوں کی اتنی طلب ہے تو علم جو آخرت کی چیز ہے اس کی طلب تو اور زیادہ ہونی چاہیے تاکہ آخرت بن جائے، تو آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا:

عَلَيْكَ بِطُولِ الصَّوْتِ فَإِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنٌ لَكَ عَلَى أَمْرٍ دِينِكَ

کہ اے ابو ذر! تم اکثر خاموش رہا کرو، کیوں کہ اس کی وجہ سے شیطان تم سے ڈرے گا اور تمہارے دین کے تمام معاملوں میں اس سے مدد ملے گی۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا: **قُلْتُ زِدْنِي** اے اللہ کے نبی! مجھے اور نصیحت کیجیے۔ کیا حرص ہے اور کیا حریص طالب علم ہے، لیکن یہ حرص مبارک ہے، ہر لالچ بُری نہیں ہوتی۔

ایک مہینے نے تبلیغ میں وقت لگایا پھر اپنے تبلیغی بھائیوں سے کہنے لگا کہ بھائیو! مہینے بڑا لالچی ہوتا ہے تو سب نے سمجھا کہ شاید چندہ مانگ رہا ہے، لیکن پھر کہنے لگا کہ پہلے سن لو! پہلے میں پیسوں کا لالچی تھا، اب میں آپ کی دعاؤں کا لالچی ہوں، تو سب نے کہا کہ ہم تو سمجھ رہے تھے کہ یہ پیسہ مانگے گا، مگر یہ دعائیں مانگ رہا ہے، اس کی لالچ بدل گئی۔

علماء پر تنقید نادانی و بد فہمی ہے

تبلیغی جماعت سے یاد آیا کہ بعض اوقات غیر عالم لوگ حدود شریعت سے واقف نہ ہونے کے سبب عوام میں تبلیغ دین کی فضیلت پر اس طرح تقریر کرتے ہیں کہ مثلاً بعض ساتھی تبلیغ کے لیے جاپان گئے اور وہاں جا کر انہوں نے اذان دی، نماز پڑھی اور چٹنی روٹی کھا کر سو گئے، تو وہاں کے کافر کہنے لگے کہ ارے! ان کو تو بلا نشہ ہی نیند آگئی جبکہ ہم ہیر و سن کھا رہے ہیں، نشہ کی گولیاں کھا رہے ہیں اور پھر بھی نیند نہیں آتی اور یہ مسلمان جو اللہ کے راستے میں نکلے ہیں ان کا مذہب تو بڑا اچھا ہے اور آٹھ دس آدمی ان کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر یہ نادان مبلغ علماء پر تنقید کرنے لگتے ہیں کہ جو کام تبلیغ والے عوام کر رہے ہیں وہ علماء بھی نہیں کر رہے، یہ سخت نادانی و بد فہمی ہے۔ بات یہ ہے کہ اہل کفر تو اپنے کفر اور خدا سے دوری کی

لعنت کے باعث پریشان ہیں، بے چین ہیں، وہ جب دیکھتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کر کے یہ لوگ چٹنی روٹی کھا کر سو گئے تو وہ اسی سے اسلام لے آتے ہیں۔

لہذا ان لوگوں کی تعریف اس حیثیت سے تو کرو کہ انہوں نے ایک مستحب عمل کیا، لیکن ان کو علماء پر فضیلت مت دو، کیوں کہ علماء بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، علوم نبوت کی حفاظت اور نشرو اشاعت کر رہے ہیں جو فرض ہے اور اب تبلیغ میں جانافرض نہیں ہے، البتہ ایک مستحب اور پیارا عمل ہے۔ پس جو لوگ علماء کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ کل کافر قیامت کے دن علماء کے گریبان پکڑیں گے کہ تم لوگ اپنے مدرسوں میں پڑے رہے، ہمیں کفر کی تاریکی سے نہیں نکالا، تم نے ہمیں دوزخ میں کیوں جانے دیا؟ تو ایسے لوگ سخت نادان اور بے عقل ہیں۔ اس طرح کی باتوں کا یہ اثر ہوتا ہے کہ عوام الناس کے دماغ میں علماء کی بے وقعتی آجاتی ہے۔

اسلام کا پیغام سارے عالم میں پہنچ چکا ہے

اب میں مسئلہ بتاتا ہوں کہ بقول ان لوگوں کے اگر ان کافروں کو اسلام پہنچانا مستحب نہیں، فرض ہے تو ہمارے جتنے بھی بزرگ گزرے ہیں، مثلاً شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب، امام ابو حنیفہ، امام بخاری رحمہم اللہ یہ امریکا اور جاپان نہیں گئے، تو یہ سب کے سب کیا ہیں؟ یہ سب کے سب تارک فرض ہوئے یا نہیں؟ اور تارک فرض ولی اللہ نہیں ہو سکتا، تو گویا بارہ سو برس تک کوئی ولی اللہ ہی نہیں ہوا، اسی لیے میں نے ایک بہت بڑے مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا کہ علماء کے متعلق اس طرح بیان کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بالکل غلط اور جہالت پر مبنی ہے، چوں کہ اس کام میں اکثر علمائے محققین نہیں ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ آج اسلام اور ایمان سارے عالم میں پھیل گیا ہے، آج کوئی کافر ایسا نہیں جس کو یہ نہ معلوم ہو کہ اسلام کیا ہے، کوئی کافر ایسا نہیں جس کو معلوم نہ ہو کہ اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ کے نزدیک مقبول نہیں اور اسلام کے علاوہ جو کسی اور دین کو اختیار کرے گا جہنم میں جائے گا۔

اس لیے میں نے چند باتیں عرض کر دیں، کیوں کہ تبلیغی جماعتوں میں دوست احباب کے ساتھ ہماری بھی کافی شرکتیں ہوئی ہیں تو میں نے یہ مرض محسوس کیا، لہذا میں نے

مفتی رشید احمد صاحب سے بات کی کہ جو لوگ جاپان جا کر مسلمان بنا رہے ہیں، یہ لوگ زیادہ افضل ہیں یا علماء جو بخاری پڑھا رہے ہیں؟ تو مفتی صاحب ہنسے کہ جو لوگ تبلیغ کا مبارک کام کر رہے ہیں وہ مستحب میں مشغول ہیں فرض میں نہیں۔ ایک کافر بھی ایسا نہیں ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ اسلام کیا ہے، اذان کیا ہے، اور اب تو ریڈیو ٹیلی ویژن سے اذانوں کی آوازیں سارے عالم میں پہنچ چکی ہیں، اسلام کا پیغام سارے عالم میں پہنچ چکا ہے، سب سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک مذہب ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اسلام کے علاوہ اب کوئی دین اللہ کے یہاں قبول نہیں، نجات کا ذریعہ صرف اسلام ہے، لہذا اب ان کافروں کے ذمے تحقیق ہے، لیکن جو ان کو دین کی دعوت دینے جاتے ہیں وہ بھی ثواب سے محروم نہیں رہیں گے، کیوں کہ وہ بخاری نہیں پڑھا سکتے تو یہی کام کر لیں اور ثواب حاصل کریں۔ ہم مدرسے میں مشغول ہیں تو ان حضرات کو جانے کا موقع دیا جائے کہ ہمارا مال جگہ جگہ پہنچاؤ، اس لیے ان کی قدر کرنی چاہیے، لہذا ہم اپنے دوستوں کو متوجہ بھی کرتے رہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ شرکت کرو۔

کافروں کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے

تبلیغ کا کام مبارک ہے، مستحب ہے، پسندیدہ ہے، لیکن اب فرض کے درجے میں نہیں ہے، بلکہ کافروں کو مسلمان کرنا اسلام نے فرض نہیں کیا۔ اگر کافروں کو مسلمان کرنا فرض ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن علاقوں کو فتح فرماتے ان کو اس فرض پر مجبور کرتے، کیوں کہ فرض پر مجبور کیا جاتا ہے، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی مجبور نہیں فرمایا، بلکہ حکم دیا کہ یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ پس جو کفار جزیہ دینے پر راضی ہو جاتے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا، زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ اور جزیہ کا حکم اس لیے ہے کہ اسلام کی شوکت و عزت اور کفر کی ذلت و پستی ظاہر ہو۔ جزیہ لے کر ان کو اسلام پر مجبور نہ کرنے کے کیا معنی ہوئے؟ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے، اسلام کی اطلاع دینا فرض ہے اور وہ ہو چکی، اب اگر تمہارا دل نہیں چاہتا تو ہم تمہیں مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کرتے۔ اگر مسلمان بنانا فرض ہو تو رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ میری رحمت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ تمہارے چند پیسوں سے تمہارے کفر پر راضی ہو جاؤں، یعنی تمہارے دوزخ میں جانے پر راضی ہو جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ



کافروں کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے۔ یہ بہت بڑے مفتی صاحب کی تقریر عرض کر رہا ہوں جو پاکستان میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں اور فقہ میں تخصص کر رہے ہیں، علماء کو فقیہ بنا رہے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کفار کو خط لکھ رہے ہیں، مشکوٰۃ شریف میں یہ خط موجود ہے کہ اے لوگو! **إِنِّي أَدْعُوكُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ** میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر تم قبول کرتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ تم مجھ کو جزیہ دو۔ اور تم جزیہ کیسے دو؟ **عَنْ يَدِ** اپنے ہاتھوں سے دو تاکہ تمہاری ذلت قائم رہے، اگر تم کسی واسطے سے بھیجو گے تو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے، ہمیں تمہارے پیسے کی حاجت نہیں، بلکہ تمہارے کفر کی ذلت دکھانا مقصود ہے، لہذا تم جزیہ خود آکر دو اور اگر نہیں مانتے تو ہم تم سے قتال کریں گے، اسلام نہ لانے سے نہیں، جزیہ نہ دینے سے قتال کریں گے **وَأَنْتُمْ صَاغِرُونَ** اور تم ذلیل ہو جاؤ جزیہ دے کر۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے ہو تو **نَحْنُ نَحِبُّ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّونَ الْخَمْرَ** ہم موت کو اتنا محبوب رکھتے ہیں جتنا تم شراب سے محبت کرتے ہو، پس تم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پس اگر صحابہ جزیہ لے کر ان کو مسلمان نہیں بنا رہے ہیں، کہتے ہیں کہ تم اسلام لاؤ یا نہ لاؤ، جزیہ دو، ورنہ ہم لوگ جزیہ نہ دینے پر تم سے قتال کریں گے۔ تو معلوم ہوا کہ جب وہ جزیہ دینے پر راضی ہو گئے تو اسلام کو زبردستی ان کے گلے لگانا کہاں فرض رہا؟ اگر اسلام کو گلے لگانا فرض ہوتا تو چند پیسوں کے بدلے ان کے کافر رہنے پر کیا اسلام راضی ہو جاتا؟ تو معلوم ہوا کہ اسلام کو ان تک پہنچانا تو ضروری ہے، مگر ان کو مسلمان بنانا فرض نہیں ہے۔ (ایک صاحب نے حضرت والا سے اجازت لے کر سوال کیا کہ بعض تبلیغی حضرات کہتے ہیں کہ صحابہ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ میں فوت نہیں ہوئے، وہ سب تبلیغ کرنے دنیا میں پھیل گئے تھے۔ تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ) بہت سے صحابہ کو انتظام ملکی کے لیے دوسرے ملکوں میں بھیجا جاتا تھا اور صحابہ کی شان تو یہ تھی کہ جہاں جاتے تھے دین پھیلاتے تھے۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں

کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

اس لیے وہ جہاں گئے نور پھیل گیا۔ مثلاً حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کے گورنر (عامل) بنائے گئے تھے، اب جب ان کو گورنر بنا کر بھیجا جاتا تو کیا وہ نہ جاتے؟ آپ کو اگر کمشنر بنا کر کہیں بھیجا جائے اور حکومت اسلامی ہو تو جانا پڑے گا۔ پس اسلامی ملک کا انتظام سنبھالنے کے لیے ان کو بھیجا گیا تھا، لہذا تبلیغ کا جوش دلانے کے لیے اس طرح بیان کرنا کہ سب صحابہ تبلیغ کے لیے مدینہ سے نکل گئے تھے اور مدینہ صحابہ سے خالی ہو گیا حقیقت کے خلاف ہے۔ ہزاروں صحابہ کی قبریں مدینہ شریف میں ہیں۔ جتنے صحابہ کی قبریں شام و مصر میں ہیں، یہ سب وہاں کے گورنر تھے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسماء الرجال کے تحت شیخ ولی الدین رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ **سَكَنَ بِالشَّامِ وَمَاتَ بِدِمَشَقَ** شام کے گورنر تھے اور دمشق میں وفات پائی ہے۔ پس اس کو اس طرح نہ بیان کرو کہ وہ بستر لے کر تبلیغ کے چلے میں گئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو تک بتائی ہے، ان میں صحابہ اور تابعین شامل ہیں۔ چار صحابہ کا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص طور پر نام لیا ہے جن میں حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں، اس طرح کل آٹھ سو صحابہ اور تابعین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث پڑھتے تھے، وہ نہ بستر لے کر نکلتے تھے، نہ کہیں چلے پر جاتے تھے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ کے شروع ہی میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ ہزار تین سو چونسٹھ (۵۳۶۳) حدیثیں پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے بڑے بڑے صحابہ شامل تھے، جن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خبردار! تم لوگ مدینہ چھوڑ کر جانا نہیں سکتے، تاکہ مجھے کوئی مشورہ کرنا ہو تو میں تم لوگوں سے مشورہ کروں۔ تو دین کا کام آپس



میں مل جل کر کرو، دین کے ہر شعبے کو اہم سمجھو اور اپنا ہی کام سمجھو، اس طرح سے مت کرو کہ نفرت دلاؤ اور علماء کی بے وقعتی کرو۔ چند نادانوں کی باتوں سے ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے خدا نخواستہ بستر لے کر نہ نکلنے اور چلہ نہ لگانے سے آدمی دوزخ میں چلا جائے گا۔ اس طرح غلو کرنا کیسے جائز ہو گا! کتنے جلیل القدر صحابہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثیں پڑھا کرتے تھے اور کبھی مدینہ سے نہیں نکلے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اپنے دور حکومت میں سختی سے یہ پابندی عائد کی تھی کہ جو صحابہ علماء ہیں وہ ہرگز مدینہ سے باہر نہیں جائیں گے۔

علماء کی تحقیر حرام ہے

اس تقریر سے شریعت کی حدود کا علم ہو گیا کہ کیا فرض ہے اور کیا نہیں؟ اس لیے ایسا عنوان اختیار کرنا جس سے علماء کی بے وقعتی اور تحقیر ہوتی ہو حرام ہے۔ اگر آلو سبزی اور گوشت بیچنے والے تبلیغ میں جا کر علماء سے کہیں کہ بھئی! آپ جو علم دین پڑھ پڑھا رہے ہیں، یہ کچھ نہیں ہے، جا کر تبلیغ میں چلہ لگاؤ اور اگر کسی عالم کے متعلق معلوم ہو گیا کہ اس نے چلہ نہیں لگایا ہے، تو اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ ارے میاں! یہ سب ایسے ہی حجروں میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے دین کا کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ اگرچہ سب تبلیغ والے ایسے نہیں ہیں، جو بزرگوں کے تربیت یافتہ ہیں وہ تو بہت معتدل ہیں، لیکن اکثریت نادانوں کی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جس وقت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب تھا، تو میں ان کی خدمت میں دہلی میں حاضر ہوا، تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دو سوال کیے: ایک یہ فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں استدراج میں تو مبتلا نہیں ہوں، کیوں کہ لوگ میری طرف جوق در جوق متوجہ ہو رہے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر استدراج ہوتا تو آپ کو خوفِ استدراج نہ ہوتا، آپ کا یہ خوفِ استدراج کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل تو نہیں ہے دلیل ہے کہ آپ استدراج میں مبتلا نہیں ہیں، کیوں کہ جن کو وہ استدراج میں مبتلا کرتے ہیں یعنی جن کو ڈھیل دیتے ہیں ان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ مجھے ڈھیل دی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ^{۱۲}

تو سَنَسْتَدْرِجُهُمْ میں لَا يَعْلَمُونَ کی قید لگی ہے، کہ ہم اس حیثیت سے ڈھیل دیتے ہیں کہ اس کے لیے لاعلمی ضروری ہے۔ یہ بات میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالی، مفتی صاحب نے یہ بیان نہیں کیا یعنی اس کی دلیل ابھی اللہ تعالیٰ نے میرے بزرگوں کی برکت سے میرے قلب میں ڈالی کہ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ ہم جن کو استدرج اور ڈھیل دیتے ہیں، ناراضگی کے باوجود ان کو نعمتوں میں اتار دیتے ہیں تو مَن حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ کی قید بھی ہے، یعنی ان کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ انہیں ڈھیل دی جا رہی ہے۔

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری بات یہ فرمائی کہ چوں کہ علماء تبلیغ میں کم ہیں، لہذا مجھے اندیشہ ہے کہ عوام حدود شریعت قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ مفتی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس بات پر میں خاموش ہو گیا، میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا کہ اس بات کا تو کوئی علاج نہیں۔

لہذا اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں جہاں **الْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالتَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ** نازل کیا کہ بھلی بات بتاتے ہیں اور بُری بات سے روکتے ہیں، وہیں یہ بھی فرمایا **وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ** اللہ کے دین کی حدود کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ اور قانون اور حدود کی حفاظت وہ کرے گا جو حدود کو جانے گا اور حدود کو جاننے والے علماء ہیں۔ تو علماء سے استغنا اور ان کو اس بنا پر حقیر سمجھنا کہ وہ تبلیغ کرنے جاپان نہیں گئے، امریکان نہیں گئے اور یہ کہ وہ چھوٹے سے کنویں میں مینڈک کی طرح بیٹھے ہیں اور دین کی تبلیغ کے بین الاقوامی کام سے جڑے ہوئے نہیں ہیں، سخت بے ادبی ہے۔ ایسے شخص کو قیامت کے دن پتا چلے گا کہ علماء کی تحقیر کتنا بڑا جرم ہے۔ علماء کی اہانت کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کفر لکھا ہے، یہ جرم عظیم ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **مَنْ لَّمْ يُجِبْ عَالِمِينَ نَا فَلَيْسَ مِنَّا** کہ جس نے میری امت کے عالم کا اکرام نہیں کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق

۱۲ الاعراف: ۱۸۲

۱۳ التوبة: ۱۱۳

۱۴ کثر العمال: ۱۵/۹ (۲۵۵۳)، التعظیم والقیام مؤسسة الرسالة ذکرہ بلفظ جملوا المشایخ فإن تجبیل المشایخ

من إجلال الله فمن لم يجعلهم فليس منا

نہیں۔ لہذا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہی رشتہ کٹ گیا تو ایسے شخص کا کیا حشر ہو گا؟

اہانتِ علم و علماء کفر ہے

”بینات“ میں ایک مضمون شائع ہوا تھا کہ کونٹہ میں اجتماع ہوا۔ اس اجتماع میں علمائے کرام کی تقاریر کے بعد ایک غیر عالم کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ مولوی لوگوں کی باتیں تو آپ نے سن لیں، اب عمل کی بات کرو۔ بولیں بھئی بولیں! چلہ، سال کی جماعتوں کے لیے۔ حاملانِ وحی، جن کے سینوں میں قرآن و حدیث ہے، ان کے ساتھ اس طرح حقارت کا عنوان اختیار کرنا، علمائے کرام کے خلاف نفرت اور حقارت پیدا کرنا ہے، اس لیے حدودِ شریعت کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اہانتِ علم اور علماء کفر ہے۔ یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے۔ اگر اہانتِ **مِنْ حَيْثُ الْعِلْمِ** ہو جیسے مثال کے طور پر یہ کہا گیا کہ اب مولانا لوگوں کی تقریر تو ہو گئی، بولو بھئی بولو، اب عمل کی بات کرو، تقریروں سے کام نہیں ہوتا، بولو بھئی کتنا چلہ دو گے؟ گویا علماء کی تقریریں محض باتیں ہیں عمل سے خالی ہیں۔ اس قسم کا عنوان جس سے علماء کی اور قرآن و حدیث کی باتوں کی بے وقعتی ہوتی ہو اہانتِ علم ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہانتِ علم اور اہانتِ اہلِ علم کفر ہے۔ لہذا اس طرح کا کوئی طرزِ اختیار مت کرو کہ گویا علماء کو گرفت میں لانا چاہتے ہو کہ مولوی لوگ جو مدرسوں میں پڑھا رہے ہیں وہ سب بے کار ہیں۔ علماء کی جو تیوں کی خاک کو اپنے سے افضل سمجھو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ لَمَّا يُجَلِّ عَالِمِينَ فَلَيْسَ مِنَّا

جو ہمارے علماء کا اکرام نہیں کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علماء کے اکرام کے لیے یہی حدیث کافی ہے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو علمائے ربانین کی حقارت کرتا ہے اس کی قبر کو کھود کر دیکھو، اس کا منہ قبلہ سے پھیر دیا جاتا ہے۔ بہر حال تبلیغ میں اکثریت

اچھوں کی ہے جو علماء کا اکرام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ

اللہ تعالیٰ نے علماء کو بڑا درجہ دیا ہے، اس لیے کہتا ہوں کہ ان کی قدر کرو، لیکن جس کے قلب میں علماء کی عظمت نہ ہو تو مجھے صدمہ ہوتا ہے۔ پس عوام جب بستر لے کر دین کے لیے جاتے ہیں تو مجھے خوشی ہوتی ہے، ہم خود ترغیب دیتے ہیں اور ہم اجتماعات میں بھی بلائے جاتے ہیں، ہماری تقریریں بھی ہوتی ہیں، لیکن جب کہیں ایسی بات سنتا ہوں جس میں علماء، مشائخ اور بزرگانِ دین کی بے وقعتی ہو تو مجھ سے یہ بات برداشت نہیں ہوتی، کیوں کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب محدثِ دہلوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، عبداللہ ابن مبارک، امام ابو حنیفہ، امام احمد ابن حنبل، امام شافعی، خواجہ حسن بصری رحمہم اللہ وغیرہ یہ سب حضرات تو بستر لے کر نہیں نکلے، پھر اس قسم کی بات کرنا کہ جو چلہ نہیں لگاتا اس کے جنت میں جانے کی گویا کوئی ضمانت نہیں یا ایسی تقریر کرنا جس سے علمائے کرام کی عوام کے دل میں وقعت کم ہو جائے حرام ہے۔

سنو فتویٰ اس فقیر کا کہ ایسا عنوان اختیار کرنا اور کسی عمل یا کسی نوع کی خدمت کی فضیلت اس طرح بیان کرنا جس سے علماء و مشائخ اور اہل اللہ کی عظمتوں میں کمی آجائے اور لوگ کہنے لگیں کہ ہمارے علماء و مشائخ تو کچھ نہیں کرتے، حجروں میں پڑے ہیں، مدرسوں میں پنکھوں کے نیچے بیٹھے ہیں، اس قسم کے بیانیوں کے حرام ہونے کا فتویٰ احقر دیتا ہے، اس لیے کہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَنْ عَادَى لِي وَوَلِيًّا فَقَدْ آذَنَنْتُهُ بِالْحَرْبِ ھ

جو میرے اولیاء کی حقارت اور ان کے ساتھ دشمنی کرے تو میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے۔ کیا یہ معمولی دشمنی ہے کہ امت کو اہل اللہ سے، علماء سے بدظن کر دیا جائے اور صرف چند چلے لگانے سے غیر علماء کو علماء کے برابر کر دیا جائے؟ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے دل کے مریضوں کو

ہارٹ اسپیشلسٹوں کی بے وقعتی کر کے مرہم پٹی کرنے والوں کا معتقد بنایا جائے کہ جاؤ ٹانگ پر پٹی چڑھاؤ، وہ بے چارہ آیا تھادل کا آپریشن کروانے کے لیے، معلوم ہوا کہ ہارٹ فیل ہو گیا اور پٹی بندھی کی بندھی رہ گئی۔

اہل علم کا بلند درجہ

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ** اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا درجہ بلند کرتا ہے، آگے فرماتے ہیں: **وَالَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ** تو عالم بھی تو ایمان والے ہیں، ان کی تعریف تو ان میں شامل تھی، لیکن **وَالَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ** میں ان کو الگ کیوں بیان کیا گیا؟ علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سارے مومن کتنے ہی مبلغ ہو جائیں، کتنے ہی عابد ہو جائیں، اتنی کرامت ہو جائے کہ آسمانوں میں اڑنے لگیں، لیکن **وَالَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ** یعنی علماء کے درجات کے مقابلے میں نہیں آسکتے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء کو الگ بیان کر کے جتنی عزت بخشی ہے کسی اور کو ایسی عزت عطا نہیں فرمائی۔ اسی لیے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے عوام کے دل میں علماء کی عظمت کم ہو۔ اگر عوام میں علماء کی عظمت نہ ہوگی تو بڑا فتنہ پیدا ہو گا۔ پھر نتیجہ کیا ہو گا کہ علماء کو بھی نفرت پیدا ہو جائے گی اور اس سے کیا ہو گا؟ دونوں کو نقصان پہنچے گا۔ علماء کو کم پہنچے گا عوام کو زیادہ پہنچے گا، علماء کو یہ کہ عوام کی خدمت کی سعادت نہیں ملے گی اور عوام علماء سے متنفر ہو کر بالکل ہی محروم ہو جائیں گے، نہ صحیح راستے پر رہیں گے نہ حدود کا خیال کریں گے۔

علماء فرض کام میں لگے ہوئے ہیں

پس جو لوگ خود کو علماء سے دور رکھتے ہیں اور تبلیغی اجتماعات میں بہت بڑا مجمع دیکھتے

ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہمارے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بنگلہ دیش میں مثلاً دس کروڑ مسلمان ہیں، اگر ان میں سے ایک کروڑ تبلیغ میں لگے ہیں تو نو کروڑ مسلمانوں کو کون دین پہنچائے گا؟ یہی علماء جو مساجد میں ائمہ ہیں، مدارس میں پڑھا رہے ہیں، خانقاہوں میں تزکیہ و اصلاح کا کام کر رہے ہیں۔ اگر سارے ڈاکٹر بستری لے کر گاؤں گاؤں نکل جائیں اور بیمار لوگ ڈاکٹر کے پاس پہنچیں، تو معلوم ہو کہ وہ گشتی شفاخانہ لے کر تین چلے لگانے گئے ہیں، تو مریض کا کیا حال ہو گا؟ لہذا جس طرح ان ڈاکٹروں کی قدر کرتے ہو جو دوکان لیے شہروں میں بیٹھے ہیں، اسی طرح ان علماء و حفاظ و قراء کو بھی عزت سے دیکھو جو شہر میں کام کر رہے ہیں۔ نورانی قاعدہ پڑھانے والے کی بھی عزت کرو، بخاری شریف پڑھانے والے کی بھی عزت کرو، جو دین کے جس کام میں لگا ہوا ہے اس کو فریق مت بناؤ، رفیق بناؤ۔ دین کا ہر شعبہ اہم ہے اور ہمارا ہے، خواہ وہ تعلیم کا شعبہ ہو، تدریس کا شعبہ ہو یا تبلیغ کا شعبہ ہو، لہذا یہ عنوان اختیار کرنا کہ صاحب ہم جیسوں سے جاپان میں اتنے لوگ مسلمان ہو گئے اور امریکا میں اتنے مسلمان ہو گئے اور علماء سے کچھ کام نہیں ہو رہا ہے، یہ عنوان دین میں تفرقہ ڈالنے والا ہے۔ ارے! علماء فرض میں لگے ہیں اور تم مستحب میں لگے ہو، تم علماء کے پیر کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتے، قیامت کے دن فیصلہ ہو گا تب پتا چلے گا۔

کفار کو اسلام پہنچانا مستحب عمل ہے اور دین کی حفاظت کرنا فرض ہے۔ جو قرآن پاک کی حفاظت کر رہا ہے، حدیث پاک کی حفاظت کر رہا ہے وہ فرض کام میں لگا ہوا ہے۔ اور آپ بتائیں کہ جو فرض میں لگا ہوا ہے وہ اہم ہے یا جو نفل میں لگا ہوا ہے وہ اہم ہے؟ بادشاہ ایئر کنڈیشن میں بیٹھا ہوا دستخط کرتا ہے، تو کیا اس کی عظمت کو وہ مزدور پاسکتا ہے جو ٹھیلہ کھینچ رہا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہم نے تو جنگلوں میں، دریاؤں میں پسینے گرائے ہیں اور مولوی لوگ پنکھوں کے نیچے بیٹھ کر بخاری پڑھا رہے ہیں، تو مولانا لوگ ہمارے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اب پسینے کی قیمت بھی سن لو! ہر شخص کے پسینے کی قیمت اس کی عقل و فہم اور دین کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ کیا ساری امت کا پسینہ نبی کے ایک قطرہ پسینے کے برابر ہو جائے گا؟ نبی کے ایک قطرہ خون کے برابر کیا ساری امت کا خون ہو سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس روشنائی سے علماء کتاب لکھتے ہیں وہ روشنائی قیامت کے دن شہیدوں کے



خون کے برابر وزن ہوگی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی صحت کی تصدیق کی ہے۔ علمائے محدثین نے اس حدیث کی تصدیق کی ہے کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

میں نے یہ اس لیے عرض کر دیا تاکہ شیطان آپ کے دلوں میں وسوسہ نہ ڈالے کہ علماء تو حجروں میں بیٹھے ہوئے بخاری شریف پڑھا رہے ہیں اور تبلیغی جماعت والے جاپان میں اسلام پھیلا رہے ہیں، لہذا تبلیغی جماعت کے عوام افضل ہیں علماء سے۔ اگر یہ خیال کیا تو گمراہ ہو جائیں گے، کیوں کہ فرض میں مشغول ہونے والے کو مستحب میں مشغول ہونے والے سے کمتر سمجھنا جہالت ہے۔ ہمارے علماء مدارس میں علماء تیار کر رہے ہیں، پھر تبلیغی احباب بھی ان ہی سے دین سیکھتے ہیں اور ماشاء اللہ دروازہ دروازہ پہنچاتے ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم تھے، انہوں نے جو کتابیں لکھیں تو تبلیغی احباب ان کے مال کو گلی گلی، کوچہ کوچہ، پہاڑوں کے دامن میں پہنچا رہے ہیں۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ ہمارا مال پہاڑوں تک پہنچ گیا، لیکن ٹھیلے والے کوچا ہیے کہ فیکٹری کو حقیر نہ سمجھے، فیکٹریاں بند ہو جائیں گی تو تمہارے ٹھیلے پر ایک کپڑا، ایک مال بھی نظر نہیں آئے گا۔ تو علماء و مدارس دین کی فیکٹریاں ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کا حکم ان الفاظ میں نازل کیا ہے:

بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ﷻ

یعنی جو نازل کیا گیا ہے اُس کی تبلیغ کرو۔ اب اگر کسی کے پاس **مَا أُنزِلَ** نہیں ہے تو وہ کیا تبلیغ کرے گا؟ **مَا أُنزِلَ** ہی کی تو تبلیغ کرنی ہے۔

ہر مسلمان پر دعوت الی اللہ فرض نہیں

تبلیغی جماعت جو یہ کہتی ہے کہ یہ کام نبیوں والا ہے تو بے شک لوگوں تک دین پہنچانا نبیوں والا کام ہے، لیکن یہ کام ہر ایک پر فرض عین نہیں ہے **وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ** **إِلَى الْخَيْرِ**^{۱۹} میں **مِنْ** تبعضیہ ہے۔ تمام جمہور کا اجماع ہے کہ جو دعوت الی اللہ کی صلاحیت

۱۹ المائدہ: ۶۷

۲۰ آل عمران: ۱۰۴

رکھتے ہوں وہی بیان کریں، یہ نہیں کہ جو چاہے نمبر پر کھڑا ہو کر اوٹ پٹانگ مسئلے بیان کرے۔ اسی لیے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ والوں کو چھ نمبر میں محدود کیا تھا لیکن اب بعض نیارنگ روٹ جوش میں آکر چھ نمبر کو بھی توڑ دیتا ہے اور جو سامنے بیٹھا ہوتا ہے لاپرواہی سے اُسے لات بھی مارتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو، اور معافی بھی نہیں مانگتا۔ بس جوش میں کبھی آگے بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹتا ہے، پاگل کی طرح تقریر کرتا ہے، یہ لات میں بھی کھاچکا ہوں اس لیے بیان کر رہا ہوں۔ ایک شخص واحد کالونی ناظم آباد میں بیان کے لیے کھڑا تھا، میں محض اس لیے اس کے بیان میں بیٹھ گیا کہ بھی دعوت کے کام سے جوڑ رہے، اب جناب وہ آگے بڑھتا ہے، تو مجھے ایک لات مارتا ہے پھر پیچھے ہٹتا ہے، پھر آگے بڑھتا ہے اور ایک لات مارتا ہے، جوش میں بس تقریر کیے جا رہا ہے۔ اسی لیے نفس کو مٹانے اور مہذب کرنے کے لیے ایک زمانہ چاہیے۔

تو جو چیز میں بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس عقیدے کی اصلاح فرض ہے کہ نبیوں والا کام صرف تبلیغی جماعت کر رہی ہے، حالانکہ خانقاہوں میں تزکیہ نفس کا، مکاتب قرآن میں قرآن کے الفاظ کی حفاظت کا اور دارالعلوم و مدارس دینیہ میں قرآن وحدیث کی تفسیر و شرح کا جو کام ہو رہا ہے یہ بھی نبیوں والا کام ہے، اس لیے علماء کو اس بنا پر حقیر سمجھنا کہ یہ بستر اٹھا کر چلے پر نہیں جاتے بالکل حرام ہے۔ جب ایک ادنیٰ مسلمان کو حقیر سمجھنے سے جنت میں داخلہ نہیں ملے گا، تو علماء کو حقیر سمجھنا کیسے جائز ہوگا؟ حدیث شریف میں ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبَرٍ

جس کے دل میں رائی کے برابر بڑائی ہوگی وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اور حدیث شریف میں کبر کے دو جز بتائے گئے ہیں:

بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمَطُ النَّاسِ

نمبر ۱) حق کو قبول نہ کرنا، نمبر ۲) انسانوں کو حقیر سمجھنا۔ **النَّاسِ** میں الف لام استغراق کا ہے یعنی کسی بھی انسان کو حقیر سمجھنا۔ اس لیے مسئلہ یہ ہے کہ کسی کافر کو بھی حقیر سمجھنا جائز نہیں

ہے، اس کے کفر سے تو نفرت ہو، لیکن اس کی ذات کو حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ بہر حال اس کے مسلمان ہونے کا امکان موجود ہے۔

پچ کافر رانجھاری منگرید

کہ مسلمان بودنش باشد امید

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ کسی کافر کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو، کیوں کہ اس کے مسلمان ہونے کا امکان ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے کہ اسے مرتے وقت کلمہ نصیب ہو جائے اور آپ کے پاس کیا ضمانت ہے کہ آپ کو کلمہ نصیب ہوگا؟

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعائے حسن خاتمہ

اللہ والے کیوں ساری زندگی حسن خاتمہ کے لیے روتے ہیں اور سوء خاتمہ سے پناہ مانگتے ہیں؟ کیوں حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَحْسِنِي بِالصَّالِحِينَ ك

اے اللہ! مجھے حالتِ اسلام میں وفات دیجیے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کسی نبی کا خاتمہ کفر پر ہو جائے؟ یہ ممکن نہیں ہے، ممنوع ہے، محال ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نبی اسی کو بناتا ہے جو ساری زندگی باوفا رہے اور اسی وفاداری میں اس کی روح قبض ہو، ورنہ اللہ کے علم اور انتخاب پر اعتراض لازم آئے گا کہ ایسے شخص کو نبی بنا دیا جس کا خاتمہ خراب ہو گیا۔ نعوذ باللہ!

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ دعا **تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَحْسِنِي بِالصَّالِحِينَ** یعنی اسلام پر وفات اور صالحین کے ساتھ الحاق کیوں مانگا؟ حکیم الامت بیان القرآن کے حاشیہ مسائل السلوک میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے خوف کو بیان فرمایا ہے:

فِيهِ خَوْفُ الْأَنْبِيَاءِ مَعَ عَصَتِهِمْ وَامْتِنَاءِ الْكُفْرِ

عَلَيْهِمْ فَكَيْفَ يَصْبِرُ لِيُغَيِّرَهُمْ أَنْ يَغْتَرَّ بِصَلَاةِ

اس آیت سے انبیاء کے خوف کا پتا چلتا ہے، باوجود اس کے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور ان پر کفر ممنوع و محال ہے، کوئی نبی کافر نہیں ہو سکتا، ان سے ایک لمحہ کے لیے بھی کفر کا صدور نہیں ہو سکتا، لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ اے خدا! ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائیے، باوجود اس کے کہ ان کے لیے کفر محال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں کی یہ شان ہوتی ہے، ان میں اکڑ فوں نہیں ہوتی اور وہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ بے خوف ہونے والا خطرناک آدمی ہے، غیر مقبول ہے، مقبولین کے راستے سے، پھر ہائی وے اور شاہراہ سے ہٹا ہوا ہے۔ توجہ انبیاء یہ دعا مانگ رہے ہیں **تَوْفَقِيْ مُسْلِمًا وَّ اٰخِيْقِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ** یعنی ہمیں اسلام پر موت دیجیے اور صالحین سے ملحق کر دیجیے **فَكَيْفَ يَصْبِرُ لِغَيْرِهِمْ اَنْ يَّعْتَرِبَ بِصَلٰحِهِ** تو غیر نبی کے لیے یہ کیسے جائز ہو گا کہ وہ اپنی نیکیوں سے دھوکے میں پڑ جائے کہ میں بھی کچھ ہوں؟

دعوت الی اللہ کے لیے صلاحیت بھی شرط ہے

لہذا دعوت الی اللہ کے لیے اول تو صلاحیت ہونی چاہیے **وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَّادْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ** میں **مِنْ** تبغیضیہ ہے کہ تم میں سے بعض لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو دعوت الی اللہ کا کام کریں، ہر امتی پر دعوت الی اللہ فرض نہیں ہے۔ یہ مسئلہ خوب سمجھ لیجیے کہ ہر امتی پر دعوت الی اللہ فرض نہیں ہے۔ **مِنْ** تبغیضیہ کا تقاضا ہے کہ جن میں صلاحیت ہو وہ تبلیغ کریں، اگر صلاحیت نہیں ہے تو حاصل کریں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے **بَلِّغْ مَا اُنزِلَ اِلَيْكَ** نازل فرمایا کہ اے نبی! جو **مَا اُنزِلَ** ہے یعنی جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کیجیے۔ پس جس کو پتا ہی نہیں کہ **مَا اُنزِلَ** کیا ہے تو وہ کس بات کی تبلیغ کرے گا؟

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کو چھ نمبر میں محدود کر دیا تھا، تاکہ گمراہی کے سیلاب کا علاج ہدایت کے سیلاب سے ہو جائے۔ جس درجے کا مرض ہوتا ہے اینٹی بائیوٹک بھی اسی درجے کی ہونی چاہیے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہی بزرگ ہیں، انہوں نے یہ طریقہ نکالا تھا تاکہ عوام کو کچھ تو دین مل جائے یعنی فرسٹ ایڈ مل جائے، لیکن اگر فرسٹ ایڈ والے بڑے بڑے اسپیشلسٹ کو حقیر سمجھنے لگیں کہ یہ کیا کام کر رہے ہیں، کام تو

ہم کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بھی! سب کچھ کرو مگر اکڑومت اور کسی عالم کو تو کیا کسی مسلمان کو بھی حقیر مت سمجھو، یہاں تک کہ کسی کافر کو بھی حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ **عَنْطُ النَّاسِ** میں کافر بھی شامل ہے، اس میں مؤمن کی قید نہیں ہے۔

اپنی نظر میں حقیر ہونا مطلوب ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے سارے مسلمانوں سے کمتر اور بدتر ہوں فی الحال اور ساری دنیا کے جانوروں اور کافروں سے بدتر ہوں فی المال، کیوں کہ اگر انجام کے اعتبار سے نعوذ باللہ! میرا خاتمہ کفر پر ہو گیا تو جانور اور سور، کتے سب مجھ سے اچھے ہیں، ہاں اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے تو بے شک پھر میں بہتر ہوں اور ابھی خاتمے کا پتا نہیں، لہذا ابھی اپنے کو کیسے بہتر سمجھوں؟ اس لیے دو جملے حضرت نے فرمائے کہ میں ساری دنیا کے مسلمانوں سے بدتر ہوں فی الحال، کیوں کہ اگرچہ کوئی مسلمان خواہ شرابی اور زانی ہو، لیکن ممکن ہے کہ اس کا کوئی نیک عمل قبول ہو جائے یا صرف ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کی ساری برائیوں کو معاف کر دے اور ہماری تمام نیکیوں اور دینی کارناموں کے باوجود کوئی عمل ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو کر ہماری تمام نیکیوں کو مٹا دے، اس لیے میں تمام مسلمانوں سے اپنے کو کمتر سمجھتا ہوں فی الحال اور کافروں سے اور جانوروں سے کمتر سمجھتا ہوں فی المال، اور فرمایا کہ اگر کسی کا گناہ نظر آجائے تو اس کے عیب کو زکام سمجھو اور اپنے عیب کو سمجھو کہ کوڑھ ہے، کبھی کسی کوڑھی کو زکامی پر ہنتے ہوئے نہیں پاؤ گے۔ حضرت کے اس ملفوظ کو میں نے نظم کر دیا کہ۔

نامناسب ہے اے دلِ ناداں

اک زکامی بننے جذامی پر

اپنے گناہ کو پھانسی کا کیس سمجھے اور دوسرے کے گناہ کو میونسپلٹی کا چالان سمجھے کہ سو دو سو روپے دے کر چھوٹ جائے گا۔ تو اللہ والوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ اپنے عیوب کے سامنے دوسروں کے عیب نظر نہیں آتے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اے ابو ذر! تم اپنے عیوب کا اتنا مطالعہ کرو کہ

دوسروں کے عیوب سے تمہاری آنکھیں بند ہو جائیں۔ یہی تزکیہٴ نفس ہے جو بعثتِ نبوت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔

قرآنِ پاک کی رو سے نبیوں والے کام

میں نے علمائے جامعہ اشرفیہ لاہور کے سامنے قرآنِ پاک کی روشنی میں بعثتِ نبوی کے تین مقاصد بیان کیے تھے، جو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں نازل فرمائے۔ اب نبیوں والے تین کام سنئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا فرما رہے ہیں:

**رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْنَا آيَاتِكَ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۗ**

اے اللہ! ایسا نبی بھیجے جو امت پر آپ کی آیات کی تلاوت کرے، یعنی صحابہ پر قرآنِ پاک کی آیتوں کی تلاوت کرے، جس کی تفسیر ہے:

أَيُّ يَفْقَهُهُمْ الْفَاطَةَ وَيُزَكِّيهِمْ كَيْفِيَّةَ آدَابِهِ ۗ

یعنی نبی علیہ السلام قرآنِ پاک کے الفاظ اور ان کی کیفیت ادا سکھائیں۔ پس تلاوت کے لیے جتنے مدارس اور مکاتب ہیں، جہاں قرآنِ پاک پڑھایا جا رہا ہے، جہاں حافظ بنایا جا رہا ہے، یہ سب نبیوں کے اسی مقصدِ بعثتِ نبوت کو انجام دے رہے ہیں، لہذا مدرسوں کی تحقیق کرنا گویا مقصدِ نبوت **يَتْلُوا عَلَيْنَا آيَاتِكَ** کی توہین کرنا ہے اور اس میں اندیشہ کفر ہے، اس کے بارے میں عقیدہ صحیح کر لیں۔ تو اس آیت سے مدارس اور مکاتب کا وجود ثابت ہو گیا۔

قرآن کا ترجمہ محض لغت سے کرنا عظیم گمراہی ہے

آگے بعثتِ نبوی کا دوسرا مقصد بیان ہو رہا ہے **وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** اور اے اللہ! آپ کے پیغمبر اپنی امت کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دیں، جس کی برکت سے دارالعلوم قائم ہو گئے۔ اور کتاب اللہ کی ان کو کس طرح تعلیم دیں؟ **يَفْقَهُهُمْ الْفَاطَةَ** جس

۲۲ البقرة: ۱۲۹

۲۳ روح المعانی: ۳۸۷/۱، البقرة (۱۲۹)، دار احیاء التراث بیروت

لفظ کے جو معنی اللہ تعالیٰ نے نبی کو سکھائے وہ معنی نبی صحابہ کو سکھائیں، تاکہ محض لغت سے ترجمہ کر کے غلطی میں نہ مبتلا ہو جائیں، چنانچہ:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٢٣﴾

اس کے بعد ہے **يُضَيِّدْكُمْ** تو اس کا لغت سے اگر ترجمہ ہو گا تو یہ ہو گا کہ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دیں گے، مگر صحابہ کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سکھایا، بلکہ اس کا ترجمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سکھایا **يَتَقَبَّلُ حَسَنَاتِكُمْ** یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائیں گے۔ کہاں **أَصْبَحَ يُضَيِّدُ** باب افعال اور کہاں **يَتَقَبَّلُ** باب تفعّل، معنی کتنے بدل گئے! اس لیے محض لغت سے ترجمہ کرنا حرام ہے اور اس میں بہت ہی سخت بد عقیدگی کا خطرہ ہے۔

لہذا جو ترجمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا ہے جس کو صحابہ نے نقل کیا اور صحابہ سے مفسرین نے نقل کیا وہی سب سے مستند ہے۔ اسی آیت کے ترجمہ میں دیکھ لیں کہ اس کے معنی کتنے بدل گئے ہیں۔ عربی گرامر سے **يُضَيِّدْكُمْ** کا کیا ترجمہ کرو گے؟ کہ اللہ ہمارے اعمال کی اصلاح کر دے گا، حالاں کہ صحابہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں **يَتَقَبَّلُ حَسَنَاتِكُمْ** تمہاری نیکیوں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔

اسی طرح **وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ** کے کیا معنی ہیں؟ عام لغت میں **نَجْم** کے معنی ستارہ کے آتے ہیں، تو اس کا ترجمہ لغت سے جو کرے گا وہ یہ کرے گا کہ ستارے اور درخت خدا کو سجدہ کرتے ہیں، حالاں کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **نَجْم** کے جو معنی بتائے ہیں اور جس کو صحابہ نے نقل کیا کہ یہاں **نَجْم** کے معنی ستارہ نہیں ہے، بلکہ **نَجْم** اُس پودے کو کہتے ہیں جو زمین پر لیٹے ہوتے ہیں اور زمین پر پھیلتے ہیں، جن کے ساق یعنی پنڈلی نہیں ہوتی، تنانہیں ہوتا، بے تنے کے درخت کو **نَجْم** کہتے ہیں:

۲۳ الاحزاب: ۴۰

۲۵ مرقاة المفاتیح: ۳۱۰/۱۰ باب اعلان النکاح، المكتبة الامدادية

۲۶ الرحمن: ۶

وَالنَّجْمُ نَبَاتٌ الذِّي لَيْسَ لَهُ سَاقٌ، وَالشَّجَرُ نَبَاتٌ الذِّي لَهُ سَاقٌ

یعنی وہ پودے جن کا تانہ ہو، اور شجر سے مراد وہ پودے ہیں جن پر تانا ہو، ساق ہو، پنڈلی ہو۔ ساق معنی پنڈلی ہیں یعنی تنے دار درخت اور بے تنا پودے دونوں اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔

نباتات کے سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

اور یہاں سجدہ سے کیا مراد ہے؟ کوئی سائنس داں اعتراض کر سکتا ہے کہ ہمیں دکھاؤ کہ پودے اور درخت کہاں سجدہ کرتے ہیں؟ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ نے سجدہ کرنے کے معنی یہ بیان کیے ہیں:

أَلَمْ يَرَوْا أَن سَجَدُوا لَهُمَّا انْقِيَاءً دُهْمًا لَهُ تَعَالَى

یعنی سجدوں سے مراد ان کا اللہ کے احکام کا اقیاد و فرماں برداری ہے کہ سیب کا درخت سیب ہی پیدا کرے گا انگور نہیں پیدا کر سکتا، آم کے درخت سے کیلا نہیں پیدا ہو سکتا۔ جن درختوں کو اللہ نے جن مقاصد و ثمرات کے لیے پیدا کیا ہے وہ اسی کے لیے مسخر ہیں، تو یہاں سجدہ سے مراد ان کا مسخر ہونا ہے، سجدہ سے مراد اطاعتِ کاملہ ہے۔ یہ تفسیر مفسرین نے لکھی ہے۔ اب جن کو ان کتابوں کا مطالعہ نصیب نہیں اور وہ اردو کی چند کتابوں کا مطالعہ کر کے مفسر بن جاتے ہیں، وہ ان اعلیٰ علوم کو کیا جانیں؟ جیسے ایک نالائق شخص کہتا تھا کہ لغت کی مدد سے ہر پروفیسر مفسر ہو سکتا ہے۔ بتائیے! کس قدر گمراہی کی بات ہے۔ یہ شخص لوگوں کو عظیم گمراہی میں مبتلا کر گیا۔ تو مفسرین نے **يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ** کا ترجمہ کیا ہے:

أَيُّ يَفْهَمُهُمُ الْفَاطَ الْكِتَابِ وَيُبَيِّنُ لَهُمُ كَيْفِيَّةَ آدَائِهِ

یعنی پیغمبر علیہ السلام قرآن پاک کے الفاظ بھی سمجھتے ہیں اور کیفیتِ ادا بھی سمجھتے ہیں۔ اس سے بعثتِ نبوت کے مقاصد میں تجوید کے مدارس بھی شامل ہو گئے اور وہ مکتب بھی شامل ہو گئے جہاں قرآن پاک کی قرأت و الفاظ کی صحت کی ادائیگی سکھائی جاتی ہے اور دارالعلوم

بھی شامل ہو گئے جہاں کتاب اللہ کا مفہوم اور حکمت سکھائی جاتی ہے۔ کتاب اللہ کی تعلیم کے ساتھ حکمت ضروری ہے۔

حکمت کی تعریف

اس لیے اس کے بعد فرمایا: **وَالْحِكْمَةُ** کہ آپ کا وہ پیغمبر حکمت بھی بیان کرے۔ اور حکمت کی پانچ تفسیریں ہیں:

نمبر ۱: **النُّورُ اِدْبَارُ الْحِكْمَةِ حَقَائِقُ الْكِتَابِ وَدَقَائِقُهُ**

کتاب اللہ کے حقائق اور باریکیاں بیان کرے۔

نمبر ۲: **الْفِقْهُ فِي الدِّينِ**

دین کی سمجھ پیدا کرے۔

نمبر ۳: **السُّنَّةُ الْمُبَيَّنَةُ لِلْكِتَابِ أَيْ طَرِيقُ السُّنَّةِ**

طریق السنۃ یعنی سنت کا راستہ بتائے، یہ سب حکمت پر مبنی ہے۔ جیسے وضو کے بعد کی دعا:

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ^۱

سکھائی گئی، جس میں حکمت یہ ہے کہ بندہ گویا بزبانِ حال کہہ رہا ہے کہ یا اللہ! میں نے ہاتھ پیر تو دھو لیے، غسلِ اعضائے ظاہرہ تو ہو گیا، لیکن دل کی طہارت کے بغیر صحیح طہارت حاصل نہیں ہوگی اور دل تک میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، لہذا میرے دل کو آپ دھو دیجیے اور غیر اللہ کی نجاست سے پاک فرما دیجیے۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **وَاجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ** میں سکھا دیا کہ اے اللہ! ہمیں توبہ کرنے والے نادین میں شامل فرما اور یہی دل کا دھونا ہے، کیوں کہ **التَّوْبَةُ هِيَ النَّدَامَةُ** توبہ حقیقت میں ندامت کا نام ہے۔ اگر ایک شخص گناہ کر کے نادم ہو گیا، اسی وقت اس کا ہارٹ فیل ہو گیا اور توبہ کا لفظ نہیں کہا تو قیامت کے دن وہ تائبین میں سے اٹھایا جائے گا اگرچہ لفظ توبہ اُس کے منہ سے نہیں نکلا، مگر اُس کے وجود میں حقیقت توبہ کا تحقق ہو گیا جس کا نام ندامت ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الطَّهَارَةُ الْكَامِلَةُ طَهَارَةُ الْأَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْأَغْيَارِ ۱۹

طہارتِ کاملہ سے مراد یہ ہے کہ قلب غیر اللہ سے پاک ہو جائے۔

لہذا طَرِيقُ السَّنَةِ سنت کا راستہ، سنت کی دعائیں، یہ سب حکمت پر مبنی ہیں جیسے بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا:

غُفْرَانِكَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذَى وَعَافَانِي ۲۰

میں **غُفْرَانِكَ** کیوں ہے؟ پیغمبر بھی استغیا کرتا ہے، ولی اللہ بھی استغیا کرتا ہے، لیکن بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد نبی بھی **غُفْرَانِكَ** پڑھتا ہے اور ولی بھی پڑھتا ہے، تو معافی کس چیز کی مانگتا ہے؟ جبکہ بیت الخلاء جانا کوئی گناہ کا کام نہیں ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ معافی اس چیز کی ہے کہ اتنی دیر تک ہماری زبان ذکر اللہ سے محروم تھی، اگرچہ ہم معذور تھے، مگر عشق کی شان یہ ہے کہ جہاں معذور ہو وہاں بھی معافی مانگ لے۔

ممنون سزا ہوں میری بنا کردہ خطائیں

نماز کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین بار **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ** پڑھتے تھے، تو کیا نماز کوئی گناہ ہے؟ پھر استغفار کیوں فرمایا؟ اس کی شرح مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ نماز میں جو کوتاہیاں ہو گئیں یہ استغفار ان کی معافی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے آپ کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوا۔ اسی لیے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! ہم سے آپ کی شان کے مطابق نماز ادا نہیں ہو سکی، لیکن آپ اس کی قبولیت اپنے شایانِ شان فرمادیجیے۔

حکمت کی چوتھی تفسیر ہے:

مَا تَكْمَلُ بِهِ النَّفُوسُ مِنَ الْمَعَارِفِ وَالْأَحْكَامِ

یعنی وہ پیغمبر احکام و معارف بیان کرے جس سے نفوسِ انسانیت کی تکمیل ہو، جس سے انسان کامل ہو جائے۔ اور حکمت کی پانچویں تفسیر ہے:

۱۹ روح المعانی: ۱۱/۲۶، التوبة (۱۰۸)، دار احیاء التراث، بیروت

۲۰ سنن ابن ماجہ: ۲۶، باب ما یقول اذا خرج من الخلاء، المكتبة الرحمانية

وَضْعُ الْأَشْيَاءِ فِي مَوَاضِعِهَا

ہر چیز کو اس کے محل میں رکھنا۔ جو اعضا جس کام کے لیے بنائے گئے ہیں ان اعضا کو اسی کام میں استعمال کرو۔

تو نبوت کے مقاصد میں سے ایک مقصد مکاتب کا قیام ہے، جہاں قرآن پاک کی قرأت مع الصحیح سکھائی جائے۔ اور دوسرا مقصد دارالعلوم اور مدارس دینیہ کا قیام ہے، جہاں کتاب اللہ کی تفسیر پڑھائی جائے اور وہ معانی بیان کیے جائیں جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو سکھائے اگر ایسا نہ ہوتا تو ضلالت و گمراہی کے مچھر، کھٹل سب اس میں گھس جاتے۔ آج ان ہی علماء کی برکت سے قرآن پاک کے الفاظ و معانی کی حفاظت ہو رہی ہے۔ بعثت نبوت کے مقاصد میں تعلیم کتاب کے ساتھ حکمت کی تعلیم دینا بھی ہے، یعنی ایسے علوم و معارف بیان کرنا جن سے انسانیت کی تکمیل ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہو۔

تو قرآن پاک کے مکاتب بھی نبیوں والا کام کر رہے ہیں جہاں قرأت و تجوید سکھائی جاتی ہے۔ دارالعلوم بھی نبیوں والا کام کر رہے ہیں جہاں قرآن پاک کی تفسیر بیان کی جاتی ہے، جہاں اللہ والے علماء تفسیر و معانی میں غوطہ لگا کر بحر معرفت کے بڑے بڑے علوم و معارف بیان کرتے ہیں جسے حکمت کہتے ہیں اور یہ حکمت اہل اللہ کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ اللہ کرتے ہیں۔ وارِد اُن ہی کو ہوتا ہے جن کا وارِد ہوتا ہے۔ **مَنْ لَّا وَرِدَ لَهُ لَّا وَارِدَ لَهُ** جس کے اُوراد و وظائف کچھ نہیں ہوتے اُس کو وارِد و اِہام بھی نہیں ہوتا، اس کے دل میں آسمان سے علوم نہیں آسکتے۔ وہ کتابوں سے تو بیان کر سکتا ہے، لیکن اس کا علم ایسا ہی ہو گا کہ جتنا پکاؤ اتنا کھاؤ، جتنی کتاب دیکھی اتنا ہی بیان کر دیا۔ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علمائے ظاہر کا علم ایسا ہے جیسے ٹینکر بلا کر ٹنکی بھری، جب پانی ختم ہو گیا تو پھر ٹینکر ڈلو لیا اور اللہ والوں کا علم ایسا ہوتا ہے جیسے زمین سے پانی کا سوتا نکل آئے اور ہر وقت پانی جاری رہے، تو اللہ والوں کے علم کا پانی ہر وقت جاری رہتا ہے، کبھی ختم نہیں ہوتا، ان کی ساری کتابیں چھین لو اور ان سے کئی سال تک بیان نہ کرو، لیکن جب بھی بیان کریں گے تو

ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا ہر بیان ایک نیا بیان ہو گا، کیوں کہ وہ آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ میرا ایک شعر ہے جو خود مجھے بہت پسند ہے۔

میرے پینے کو دوستوں کو

آسمانوں سے لے اترتی ہے

اللہ تعالیٰ ان پر آسمان سے علوم و معارف کے خزانے برساتا ہے۔

آفتابِ عاشقانِ تابندہ باد

بوستانِ عاشقانِ پائندہ باد

یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا ہے کہ اے خدا! تیرے عاشقوں کے دل کا باغ ہمیشہ ہر ابھرا رہے اور تیرے عاشقوں کا آفتاب ہمیشہ چمکتا رہے۔

تو نبیوں کی بعثت کے دو مقاصد بتا دیے، اب آگے آرہا ہے **وَيُزَكِّيهِمْ** یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نفس کا تزکیہ کرتے ہیں، یہی تزکیہ نفس ہے، اور تزکیہ نفس کا شعبہ بھی مقاصد بعثت نبوت میں سے ہے۔ یہ بھی نبیوں والا کام ہے۔

تزکیہ نفس کے مدرسے کہاں ہیں؟

نفس کے تزکیہ کے مدرسے کہاں ہیں؟ وہ اللہ والوں کی خانقاہیں ہیں۔ بعثت نبوت کے یہ مقاصد اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے، قیامت تک جس کی تعمیل کے لیے قرآن پاک کے مدرسے، دارالعلوم اور اہل اللہ کی خانقاہیں قائم ہیں۔ جامعہ اشرفیہ لاہور میں جب میں نے یہ مقاصد بیان کیے تو وہاں اُس وقت ایک ایسی جماعت جو تصوف کی قائل نہیں اس کے بڑے لیڈر بھی موجود تھے، وہ پھڑک گئے اور انہوں نے نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور سے کہا کہ صاحب! ان مولانا نے تو آج مجھ کو چاروں شانے چت کر دیا، تصوف کا قائل کر دیا، کیوں کہ تزکیہ نفس کو قرآن سے ثابت کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ آج یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ہمارے ہاں شعبہ تزکیہ نفس نہیں ہے اور یہ شخص صحیح کہتا ہے، واقعی ہمارے اندر یہ کمزوریاں ہیں کہ ہم اپنی اصلاح کے لیے کسی اللہ والے کے پاس نہیں جاتے، بلکہ ان کی حقارت

کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں اور اللہ والوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، الحمد للہ!

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ابھی لاہور تشریف لے گئے تھے، تو مفتی محمد حسن امرتسری کے صاحبزادے حضرت کے سامنے کہنے لگے کہ حضرت! ہمارے جامعہ اشرفیہ کے اجتماع میں اختر کا بیان کرایا گیا اور ان کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے ایسا اثر ڈالا کہ ایک ایسی جماعت جو تصوف کو نہیں مانتی اس کے بڑے جو اس میں شریک ہوئے تھے، وہ بھی تصوف کے قائل ہو گئے اور انہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی تزکیہ نفس کا شعبہ ہمارے یہاں بالکل نہیں ہے اور کہنے لگے کہ حضرت ان کے بیان نے توجادو کر دیا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

میرے شیخ کے کان میں کوئی اچھی بات ڈال دیتا ہے تو میں اس لیے خوش ہوتا ہوں کہ ایک اللہ والا مجھ سے خوش ہو جائے، اس کو بھی اللہ کی نعمت سمجھتا ہوں، اس لیے میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ اپنے بزرگوں کے سامنے اپنے دوستوں کی ہمیشہ بھلائی پیش کروں۔ اگر کہیں کمزوری دیکھ لیتا ہوں تو خود دعا کرتا ہوں مگر شیخ سے نہیں کہتا، کیوں کہ شکایت کر کے اللہ والوں کے دل کو کسی سے دور کرنا یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم اس سے چشم پوشی کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیں۔ یہ ہمیشہ سے میرا اصول ہے اور یہ میں نے سیکھا حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک خادم خاص جنہوں نے حکیم الامت کے ساتھ حج بھی کیا تھا، حکیم الامت سے اللہ والوں کی شکایت کیا کرتے تھے۔ وہ آخر میں پاگل ہو گئے پھر نماز بھی نہیں پڑھتے تھے۔ کعبہ کا طواف، روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری، منیٰ، مزدلفہ، عرفات کا قیام اتنے بڑے مجدد کے ساتھ کیا۔ میں نے حضرت سے سوال کیا کہ اس نے حکیم الامت کی اتنی بڑی صحبت اٹھائی اور یہ شخص پاگل ہو گیا، مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھتا، یہ اتنا بڑا وبال کیوں ہے؟ تو حضرت نے فرمایا دو وجہ ہیں: ایک یہ کہ انہوں نے ماں باپ کو بہت ستایا۔ دوسرے یہ کہ خانقاہ میں اللہ والوں کی کوئی کمزوری دیکھتا تو حضرت حکیم الامت سے شکایت کرتا اور

اللہ والوں کا دل دکھایا کرتا تھا۔ تب سے میں نے یہ سبق حاصل کیا کہ میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سے کسی کے بارے میں اچھی بات کہتا ہوں، شکایت نہیں کرتا اور یہ عین سنت ہے اور یہ مزاجِ نبوت ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اندر سلیم الصدر رہوں، میرا سینہ صاف رہے، تاکہ سب کے ساتھ محبت سے ملوں، لہذا میں بھی نہیں پسند کرتا کہ میرے کان میں کوئی شخص کسی کی شکایت کرے۔ کوئی بھلی بات کہہ کر میری محبت بڑھاؤ، میرے بھائیوں سے میری محبت کو بڑھاؤ، اپنے احباب کی تعریف سے میرا دل خوش ہو جاتا ہے۔ کمزوری کس میں نہیں ہے؟ جو شکایت کرتا ہے وہ خود کمزوریوں کا شکار ہے۔ بس دوسروں کا عیب اگر نظر آجائے تو آنکھیں بند کر لو اور اللہ سے دعا کرو۔

تزکیہ نفس کی مثال

ہمارے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس شیشی میں عطر رکھتے ہو، پہلے اس کو صاف کر کے پھر اس میں عطر ڈالتے ہو، اگر اس شیشی میں پیشاب ہو تو گندی شیشی میں عطر نہیں رکھتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس کو ضروری قرار دیا ہے کہ میرے پیغمبر کے علوم ان ہی کو مفید ہو سکتے ہیں جن کے نفوس کا تزکیہ ہو گیا ہو۔ اگر حُب دنیا، مال کی حرص، حسینوں کا عشق، دنیا کی رنگینیاں اور خباثتیں دل کی شیشی میں ہوں گی، تو علوم و معرفت کا عطر اس میں جا کر بے معنی ہو جائے گا۔ جتنا زیادہ دل صاف اور پاکیزہ ہو گا اتنا ہی زیادہ اس کو علوم نبوت سے کیف ملے گا۔ بھئی عطر کے لیے شیشی دھوتے ہو یا نہیں؟ تو کیا علم دین عطر نہیں ہے؟ پھر دل کی گندی شیشی میں اللہ تعالیٰ پاکیزہ علوم کا عطر کیسے ڈالیں گے؟ مولانا رومی نے فرمایا۔

آں زُجَاجے کو ندارد نورِ جاں

بولِ قارورہ است قندیلش نخواست

جو شیشیہ دل نورِ جان یعنی اللہ کا نور نہیں رکھتا وہ قارورہ کی شیشی ہے، اس کو قندیل مت کہو، اس میں دنیا کی خباثت بھری ہوئی ہے۔



تزکیہ نفس کی تعریف

اب تزکیہ نفس کی تعریف بھی سن لیجیے، تزکیہ نفس کی تین تعریف ہیں۔ پہلی تعریف ہے:

يُطَهِّرُ قُلُوبَهُمْ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ وَعَنِ الْأَشْتِعَالِ بِغَيْرِ اللَّهِ

ہمارے پیغمبر صحابہ کے دلوں کو بُرے عقیدوں سے پاک کرتے ہیں اور قلب کو غیر اللہ میں مشغول ہونے سے بچاتے ہیں، لہذا خانقاہ میں رہ کر جو غیر اللہ سے اپنے دل کو پاک نہیں کرتا وہ حقیقت تزکیہ نفس سے محروم رہتا ہے اگرچہ جامع ملفوظات ہو، اگرچہ مقرر ہو، اگرچہ خوب مقبول بین الخلائق ہو جائے، لیکن وہ تزکیہ کی حقیقت سے بے خبر ہے، کیوں کہ تزکیہ کی تعریف یہ ہو رہی ہے **يُطَهِّرُ قُلُوبَهُمْ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ** دل باطل عقیدوں سے پاک ہو اور غیر اللہ میں مشغول نہ ہو، اللہ کی محبت میں قلب کو ایسا مست کر دے کہ غیر اللہ کی طرف دل جائے ہی نہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ دن کے بعد جب اللہ کی نسبت عطا ہوگی تو رُسخِ نسبت کے بعد ساری دنیا آپ کی نگاہوں سے گر جائے گی، چاہے لیلائے کائنات ہو، چاہے آفتاب کائنات ہو، چاہے ماہتاب کائنات ہو۔ دیکھیے خواجہ صاحب نے کتنا پیارا شعر فرمایا۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی

پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جس دل میں اللہ ہوتا ہے، جس دل میں مولائے کائنات ہوتا ہے لیلائے کائنات سے اس کو مناسبت نہیں ہو سکتی، چاہے اس کا جسم کتنا ہی رنگین ہو، لیکن اس کے پیشاب پاخانے کی گندگی اس کو مستحضر ہوگی کہ یہ گو موت کا مجموعہ ہے اور اس کا قبرستان میں جانا اس کو مستحضر ہوگا۔ ساری کائنات چاہے ازبکستان ہی کیوں نہ ہو، وہ بھی اس کو قبرستان نظر آئے گا۔ ازبکستان کا قافیہ قبرستان سے ملتا رہا ہوں۔ آج کل بہت سے لوگ ازبکستان جانے کے لیے سوچ رہے ہیں کہ چل کر وہاں کی پریوں کو دیکھا جائے، حالاں کہ وہ سب قبرستان جانے والی ہیں یا نہیں؟ لہذا اللہ کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْشِيَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۗ

کہ بالطف حیات تو میری فرماں برداری میں ہے، جبکہ تم بالطف حیات **إِعْرَاضٍ عَنِ الذِّكْرِ** میں تلاش کرتے ہو۔ میری یاد سے غفلت اور نافرمانی میں تلاش کرتے ہو، حالانکہ خالق زندگی کا اعلان ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنِ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا ۗ

میں اپنے نافرمانوں کو تلخ زندگی دیتا ہوں۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے ایمان کو ٹٹولے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری نافرمانی میں تم کہاں لطفِ زندگی تلاش کرتے ہو؟ نافرمانی سے تمہاری زندگی تلخ کر دی جائے گی۔ مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے جو مظاہر العلوم سہارن پور میں محدث تھے۔

عشق بتاں میں اسعد کرتے ہو فکرِ راحت

دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گا ہیں

یہ شعر کیا ہے پورا وعظ ہے۔ دیکھو قرآنِ پاک کی روشنی میں تزکیہ نفس کا ایک شعبہ قائم ہو گیا جس کا نام ہے طہارتِ قلوب عقائدِ باطلہ سے اور غیر اللہ میں مشغول ہونے سے۔ تزکیہ نفس کی دوسری تعریف ہے:

وَيُطَهِّرُ نَفْسَهُمُ عَنِ الْأَخْلَاقِ الرَّذِيئَةِ

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے نفوس کو پاک کرتے ہیں بُرے بُرے اخلاق سے مثلاً بد نظری، عشقِ بازی، کینہ، بخل، تکبر اور ریاضیہ تمام اخلاقِ رذیلہ سے آپ صحابہ کے قلوب کو پاک کرتے ہیں۔

اور تزکیہ نفس کی تیسری تعریف ہے:

وَيُطَهِّرُهُمْ أَبَدًا عَنْهُمْ عَنِ الْأَنْجَاسِ وَالْأَعْمَالِ الْقَبِيحَةِ ۗ

۳۲ النحل: ۹۰

۳۳ طہ: ۱۳۰

۳۴ التفسیر المظہری: ۱۶۶/۲، بلوچستان بک ڈپو

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے جسم کو نجاستوں سے اور بُرے اعمال سے پاک رکھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

شیخ کامل کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی

تونیوں والے کام آپ لوگوں نے سن لیے۔ چنانچہ جو یہ کہے کہ بس نبیوں والا کام یہی ہے اور سارے علماء مدارس میں بیٹھے وقت ضائع کر رہے ہیں، تو سمجھ لو کہ اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ کیا مدارس میں علماء، خانقاہوں میں مشائخ اور اللہ والے یہ سب بالکل کنڈم ہیں؟ تمہارے نزدیک ناقابل ریفرنڈم ہیں؟ جب کسی فاسق فاجر کو حقیر سمجھنا حرام ہے اور جنت سے محروم کر دیتا ہے، تو علماء کی حقارت اور ان پر تبصرے اور اہل اللہ اور اہل حق کی خانقاہوں پر تبصرے کرنا کیا موجب غضبِ الہی نہ ہوگا؟

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لاکھوں چلے لگالو، لیکن اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کسی شیخ کامل سے تعلق نہیں ہوگا، جب تک کسی شیخ کامل کے ساتھ نہیں رہو گے۔ لیکن شیخ کامل کے ساتھ رہنا تب ممکن ہے جب طلب ہو، یہ تو آخری اسٹیج ہے، لہذا تبلیغ کا کام فرسٹ اسٹیج ہے تاکہ لوگوں میں دین کی طلب پیدا ہو جائے۔ اُمت بالکل بگڑی ہوئی تھی، گمراہی کا سیلاب تھا اور سیلاب کا مقابلہ سیلاب ہی سے کیا جاسکتا ہے، لہذا حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دین کا ذوق اور طلب پیدا کرنے کے لیے آسان چھ نمبر بنا دیے اور فرمایا کہ اپنے گھروں سے نکلو، تاکہ دنیا کے گناہ آلود ماحول سے نکل کر اصلاح ہو جائے، لہذا پہلے اس کا نام اصلاحی جماعت تھا، پوچھ لو تبلیغ کے پرانے دوستوں سے، بعد میں لوگوں نے تبلیغی جماعت رکھ دیا۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغی جماعت نام نہیں رکھا تھا، بلکہ اصلاحی جماعت نام رکھا تھا یعنی اپنے نفس کی اصلاح کے لیے نکلنے والے۔ اور جو پرانے لوگ ہیں وہ اب بھی یہی ادب سکھاتے ہیں کہ جب نکلو تو تبلیغ کی نیت مت کرو، یہ نیت کرو کہ ہماری اصلاح ہو جائے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس بستی میں کوئی اللہ والا ہو یا علمائے دین ہوں ان کو دعوت بھی مت دو، ان سے دعائیں لو۔ اور فرماتے تھے کہ جب میں تبلیغ سے واپس آتا ہوں تو خانقاہوں میں جاتا



ہوں، تاکہ دل کی ٹیوننگ ہو جائے۔ موٹر چلنے کے بعد گیراج میں ڈالتے ہیں تاکہ پُرزوں میں جو گرد و غبار لگ گیا ہے اُس کی دُھلائی ہو جائے۔ فرماتے تھے کہ مخلوق میں اختلاط سے جو غبار سا آجاتا ہے خانقاہوں میں اس کی دُھلائی ہوتی ہے۔

جعلی پیروں کی جہالت

تو مکاتب کا قیام نبیوں والا کام ہے، دارالعلوم کا قیام نبیوں والا کام ہے، حکیمانہ علوم اور اللہ والوں کے ملفوظات سننا سنانا نبیوں والا کام ہے، تزکیہ نفس کے لیے خانقاہوں کا قیام بھی نبیوں والا کام ہے۔ اور خانقاہ سے مراد سچے اللہ والوں کی خانقاہ ہے جہاں سنت و شریعت پر چلنا سکھایا جاتا ہے، وہ خانقاہ نہیں خواہ مخواہ ہے جہاں گنجیری، بھنگیری لوگ سمندر کے کنارے بیٹھے سٹہ کا نمبر بتا رہے ہیں اور جھوٹے دعوے کر رہے ہیں کہ صاحب! یہ اونچے مقامات کے لوگ ہیں، ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں، درحقیقت شیاطین ان کو خبریں دیتے ہیں کہ فلاں گھوڑا جیتے گا۔ سٹہ کا نمبر بتانے والا یعنی جوئے کا حرام کام بتانے والا ولی اللہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کون سی بزرگی ہے؟ یہ بزرگ نہیں شیطان ہے، لیکن لوگ وہاں دوڑے جارہے ہیں اور ان کے ایجنٹ لوگوں کو یہ بھی سکھا کر بھیجتے ہیں کہ اگر وہ تم کو ماں بہن کی گالی دے دے، تو تمہارا کام ہو جائے گا۔ جب تک ماں بہن کی گالی نہ دے ہٹا مت، جب بابا غصے میں آجائے اور منہ سے اول فول نکال دے تب سمجھو کہ اب اس کا قول معتبر ہے۔

جو بھی منہ سے نکلے اُن کے اول فول

تب سمجھ لو معتبر ہے اُن کا قول

لَا حَوْنَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ لَا حَوْنَ ہے ان کے اول فول پر۔ اور ان کے قول پر۔ اصلی خانقاہیں وہی ہیں جہاں سچے اللہ والے ہوں اور جنہیں کسی اللہ والے کی سند بھی حاصل ہو۔

جس کا کوئی پیر نہ ہو اسے پیر نہ بنائیں

ایک صاحب ہیں جو بہت زیادہ درس قرآن دیتے ہیں۔ جدہ سے دو آدمی آئے اور کہنے لگے کہ ہم اُن سے تربیت لینا چاہتے ہیں، آپ کا کیا مشورہ ہے؟ میں نے کہا کہ جن سے

تر بیت لینا چاہتے ہو، جنہیں مربیٰ بنانا چاہتے ہو انہوں نے بھی کسی سے تربیت لی ہے؟ اگر انہوں نے کسی سے تربیت حاصل کی ہے تو ان کا نام بتاؤ؟ کہنے لگے کہ ان کے مربیٰ کا تو ہمیں پتا نہیں کہ کوئی ہے بھی یا نہیں؟ غالباً ان کا کوئی مربیٰ نہیں، وہ خود ہی تربیت کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جو خود مربیٰ نہ بنا ہو وہ کیسے مربیٰ ہو سکتا ہے؟ پہلے شاگرد بننا ضروری ہے یا استاد؟ جس کا شاگرد ہونا ثابت نہیں اس کو استاد کیوں بناتے ہو؟ پھر میں نے انہیں ایک عربی جملہ بنا کر سنایا کہ **لَا تَأْخُذُوكَ أَبَا مَنْ لَا أَبَا لَهُ** جس کا کوئی باپ نہ ہو خدا کے لیے اُس کو باپ نہ بناؤ، اس کا نسب نامہ صحیح نہیں ہے۔ اور الحمد للہ ہمارے بابا موجود ہیں یعنی شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ابراہیم صاحب دامت برکاتہم، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ہمارا سلسلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جاتا ہے۔

لہذا اگر بزرگوں سے تعلق نہ ہو تو گناہوں کا ارتکاب کرو گے اور گناہ پر ندامت بھی نہ ہوگی۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو اپنے گناہ پر ندامت نہ ہو، امر دوس سے خوب بات چیت کرتا ہے، ان سے آنکھیں سینکتا ہے اور ان کو دین سکھانے کے بہانے ان سے باتیں کرتا ہے اور نفس اندر اندر حرام لذت درآمد کرتا ہے تو یہ شخص قہر الہی میں مبتلا ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو شریعت کے خلاف کسی منکر اور بُرائی میں مبتلا دیکھو اور اسے ندامت کا احساس تک نہ ہو تو سمجھ لو کہ یہ قہر الہی میں مبتلا ہے اور دلیل کتنی بیاری دی کہ ابلیس کو آج تک ندامت نہیں ہے، یہ ندامت نہ ہونا دلیل ہے کہ وہ مردود ہے اور قہر الہی میں مبتلا ہے، لیکن گناہوں پر ندامت کا احساس بھی بزرگانِ دین کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے۔

لہذا دین سیکھنے کے لیے علماء کے پاس آپ خود جائیں۔ اگر آپ کسی اسپیشلسٹ ڈاکٹر کو کہیں کہ تم خود میرے گھر پر آؤ، میرے ساتھ ساتھ بستر لے کر لوگوں کے علاج معالجہ کے لیے در بدر پھرو، جہاں ہم چلیں تم بھی چلو۔ تو وہ کہے گا کہ میں نے لندن یا امریکا سے اس لیے ڈگری حاصل نہیں کی ہے، میں ایک جگہ رہتا ہوں جس کو سودفہ غرض ہو میرے پاس آئے۔ علماء کے پاس سودفہ غرض ہو تو تم خود جاؤ، اُن سے دعا لو، اُن کی مجلس میں بیٹھو، اُن کی صحبت میں رہ کر تکبر کے مچھروں اور کھٹملوں پر ڈی ڈی ٹی چھڑو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توکل

اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ بس تبلیغ میں نکل پڑو۔ گھر بار، ملازمت، کاروبار کچھ مت دیکھو، کیوں کہ سب کچھ خدا سے ہوتا ہے۔ آپ بتائیں! اگر کسی کی عورت بیمار ہے اور اسے استنجا کرانے کی ضرورت پڑ جائے، تو دنیا میں کوئی رشتہ ہے جو عورت کی شرم گاہ کو چھوسکے سوائے شوہر کے۔ اگر ایسا توکل جائز ہوتا کہ سب کام خدا سے ہوتا ہے، کوئی سبب اختیار نہ کرو تو سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عین غزوہ بدر میں کیوں حکم دیا کہ تمہاری بیوی بیمار ہے، جاؤ! مدینہ جا کر ان کی تیمارداری کرو۔ جس جنگ میں ملائکہ شامل تھے، جس جنگ پر اسلام کی بقا کا انحصار تھا، جو اتنی مبارک جنگ تھی کہ سارے اصحاب بدر جنتی ہیں، ان کے نام کے واسطے سے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور جس جنگ میں خود سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شامل تھے۔ اس نبی کا تو یہ توکل نہیں تھا کہ سب کچھ خدا سے ہوتا ہے، لہذا بیمار بیوی کو چھوڑ کر یہیں رہو، جبکہ نبی سر بسجود ہو کر دعا کر سکتے تھے کہ اے اللہ! میری بیٹی کو صحت دے دے، لیکن آپ نے حدود شریعت قائم کیں، کیوں کہ توکل کی تعریف ہے:

تَرْكِيْبُ الْأَسْبَابِ دُونَ الْإِعْتِمَادِ وَالْإِعْتِمَادُ عَلَى اللَّهِ

یعنی اسباب کو اختیار کرنا مگر ان پر اعتماد نہ کرنا اور اعتماد اللہ پر کرنا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملاً اس کی تعلیم فرمادی، حالاں کہ غزوہ بدر میں صرف تین سو تیرہ صحابہ تھے، اُس وقت مجاہدین کی کتنی کمی تھی، اس کے باوجود آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ واپس بھیج دیا کہ تم جا کر اپنی بیوی کی خدمت کرو، تمہیں اس مبارک جنگ کا پورا ثواب ملے گا اور تمہارا اصحاب بدر ہی میں شمار ہو گا۔ نبی نے حقوق انسانیت سکھائے ہیں۔ اور آج بیمار ماں باپ چارپائی پر پڑے ہیں، بیوی کے بچے ہونے والا ہے، اس وقت شوہر کا وہاں موجود رہنا شرعاً ضروری ہے اور اس وقت اس کو چھوڑ کر نکلنا حرام ہے، لیکن یہ حدود شریعت کو توڑ کر بھاگے جارہے ہیں تبلیغ میں۔ کہتے ہیں کہ چلو نکلو نکلو، سب اللہ سے ہو جائے گا۔

اپنی اور اہل و عیال کے دین کی فکر مقدم ہے

جن پر کوئی حقوق واجب نہیں ہیں، وہ اگر ساری زندگی تبلیغ کریں تو ماشاء اللہ ان



کو کوئی حرج نہیں، لیکن جن کے بال بچوں کی تربیت ضروری ہو کہ بعض وقت زیادہ نکلنے سے بچوں کی دیکھ بھال نہ ہو سکی اور بچے اتنے برباد ہو گئے کہ پھر کبھی اصلاح نہیں ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ۗ

اپنی جان کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل و عیال کو۔ اگر کسی شخص کو یہ ظن غالب ہے کہ میرے جانے سے میرے بچے ہی ہو جائیں گے، سینما دیکھنے لگیں گے، باپ کا ڈر نہ ہونے سے ماں کے قابو میں نہ رہیں گے اور برباد ہو جائیں گے تو اس شخص کے لیے میں فتویٰ دیتا ہوں کہ اس کے لیے نکلنا جائز نہیں ہے۔ جاپانیوں کو مسلمان بنانے سے زیادہ ہمیں اپنی اولاد کو جنت میں داخل کرانا ضروری ہے، کیوں کہ قرآن کریم کے اسلوب کو دیکھیے **قُوا أَنْفُسَكُمْ** اپنی جانوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ابو لہب اور ابو جہل سے نہیں فرمایا، پہلے بیٹی فاطمہ سے فرمایا:

أَنْقِذِي نَفْسَكَ مِنَ النَّارِ ۗ

کہ اے فاطمہ! عمل کر، عمل کر، اپنی جان کو دوزخ سے بچا۔ اسی لیے میں عرض کرتا ہوں کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ چودہ سال، سولہ سال کے جوان بچوں کو چھوڑ کر تبلیغ کے جوش میں چھ مہینے کے لیے چلے گئے تو بچوں کو موقع مل گیا۔ اب وہ خوب سینما، وی سی آر دیکھ رہے ہیں، لڑکیوں کے ساتھ گھوم رہے ہیں، نشہ کے عادی بن گئے، کن کن گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ واقعات چشم دید بتا رہا ہوں۔

علامہ شبلی کے بھتیجے انور نعمانی صاحب نے بتایا کہ ایک صاحب باہر چلے گئے۔ اُن کی جوان بیٹی جنرل اسٹور میں آئی خوب لال لپ اسٹک لگا کر اور جنرل اسٹور والے سے مذاق کر رہی تھی۔ اس جنرل اسٹور والے نے کہا کہ نعمانی صاحب! آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے؟

ان کے والد تبلیغ میں ملکوں میں گئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ہوتے تو ان کی موجودگی میں یہ کام کرتی؟ اگر کسی کو ظن غالب ہو کہ میرے جانے سے میرے بچے آوارہ ہو جائیں گے تو اس کا جانا جائز نہیں ہوگا۔ اپنے بچوں کو بھی لے کر جائے اور اپنی بیٹیوں کو بھی ان کے محرم مثلاً دادا، نانا، ماموں، چچا یا استانی یا کسی اللہ والی بزرگ عورت کے سپرد کر کے جائے۔ ہمارا کام حدود اور حقوق کو بیان کرنا ہے، جو نہ مانے خود ذمہ دار ہے۔ علماء اور محدثین موجود ہیں جو اپنے علم کی روشنی میں تصدیق فرمائیں گے کہ جو کچھ اختر نے بیان کیا ہے صحیح ہے یا نہیں۔

دین کے کام میں حدودِ شریعت کا لحاظ ضروری ہے

ہماری مسجد اشرف میں الحمد للہ خوب تبلیغی کام ہوتا ہے، ہر ہفتہ گشت بھی ہوتا ہے۔ ابھی ہمارے یہاں تبلیغی جماعت آئی تھی، فجر کے بعد ان کی خاطر سے میں نے بیان کیا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ اگر ماں باپ نے دس دن کی اجازت دی ہے، تو کیا اس کو اختیار ہے کہ بغیر ماں باپ کی اجازت کے چالیس دن کے لیے چلا جائے؟ میں نے کہا چالیس دن لگانا مستحب ہے اور ماں باپ کا دل دکھانا حرام ہے، لہذا جتنی اجازت دی ہے اس سے زیادہ نہ رکو، دس دن کے بعد واپس چلے جاؤ، تبلیغ سے واپس جانے کے بعد ماں باپ کی خوب خدمت کرو، اتنے پیر دباؤ، اتنی تیل کی مالش کرو کہ ماں باپ کو یقین ہو جائے کہ اس جماعت میں ماں باپ کا اتنا ادب سکھایا گیا ہے، پہلے تو اتنا نالائق تھا۔ ان کو خوش کرو کہ ان کا ذہن بن جائے کہ چلو بھئی! تم چالیس دن کے لیے چلے جاؤ۔ تو سب نے میرا اتنا شکر یہ ادا کیا۔ جب ان کو چھ نمبر کے علاوہ بد نگاہی کے نقصانات، جھوٹ بولنے کے نقصانات، ماں باپ کا دل دکھانے کی وعیدیں اور دوسری باتیں حدیثوں سے سنائی گئیں تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا دل باغ باغ ہو گیا، لہذا بعد میں پھر ملنے آئے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ صاحب! ان میں اتنا غلو ہے جس سے ماں باپ اور بیٹوں میں جھگڑے ہو جاتے ہیں، ماں باپ دس دن کے لیے کہتے ہیں اور یہ چلے جاتے ہیں چلے میں، لہذا اس غلو اور زیادتی کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں گھروں کے اندر لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ بیوی کو حمل ہے اور وضع حمل بالکل قریب ہے، کل بچہ پیدا ہونا ہے اور شام کو ملکِ شام چلے گئے۔ بھئی ایک دن رک جاؤ، ایک مہینہ ہے تو ایک مہینہ ٹھہر



جاؤ۔ بعض حالات ایسے پیش آجاتے ہیں کہ اس وقت سوائے شوہر کے کوئی بیوی کے قریب نہیں جاسکتا۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ وہ بیوی دوسری عورتوں سے کہے گی کہ تم اپنے شوہروں کو تبلیغ میں ضرور بھیجو، ہم بیمار تھے، ہمارے بچے کی پیدائش ہونے والی تھی، ہمارے شوہر کو تبلیغ والوں نے روک دیا کہ بھی تم ہسپتال میں اپنی بیوی کی خدمت کرو۔ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے، تھوڑا کام ہو، حدود کے ساتھ ہو اور اللہ راضی ہو، وہ بہتر ہے اس کام سے جس میں حدود پاش پاش ہو جائیں اور قرآن کریم کی آیت **وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ** پر عمل نہ ہو۔ اور اس میں برکت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ وہ عورت دوسروں سے کہتی ہے کہ اپنے شوہروں کو تبلیغ میں بھیجو، لیکن اگر وہ بیوی کو اس تکلیف میں چھوڑ کر چلا گیا، تو کہے گی کہ اپنے شوہروں کو تبلیغ میں مت جانے دینا، ہم مر رہے تھے، وہ بھاگ گیا۔

ایک مفتی اور عالم جنہیں دو مشائخ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت بھی حاصل ہے، انہوں نے اپنے داماد سے کہا کہ آج کل میں میری بیٹی کے ہاں بچہ ہونے والا ہے، ولادت ہونے دو پھر بے شک تبلیغ میں چلے جاؤ، لیکن داماد صاحب اسی دن چلے گئے۔ مفتی صاحب نے یہ واقعہ خود بیان کیا ہے، میں سنی سنائی روایت کو اہمیت نہیں دیتا۔ مفتی صاحب نے مجھ سے کہا کہ بتائیے! یہ تبلیغ ہے؟ اب اس کی بیوی ہزاروں عورتوں کو بدظن کرے گی کہ یہ ظالم کیسا تبلیغی تھا؟ اس نے ذرا بھی میرا حق ادا نہیں کیا۔

دیکھو! میرے دوست قاضی صاحب یہاں بیٹھے ہیں، تبلیغ میں انہوں نے عمر لگائی ہے، لیکن مولانا ابراہار الحق دامت برکاتہم سے انہوں نے پوچھا کہ میری بیوی کو فاج ہو گیا ہے، سری لنکا میں تبلیغی اجتماع ہے، تو میرے وہاں جانے سے اللہ راضی ہو گیا بیوی کی خدمت کرنے سے؟ حضرت نے فرمایا کہ بیوی کی خدمت میں رہنے سے اللہ زیادہ راضی ہو گا۔ اس پر فاج لگ رہا ہے، شوہر کے سوا کوئی دوسرا اس کی خدمت نہیں کر سکتا، ہر جگہ ہاتھ نہیں لگا سکتا، لہذا سری لنکا سے جو کچھ ملے گا وہ سب تم کو یہیں مل جائے گا، بلکہ زیادہ ملے گا۔ حدود کی

رعایت کے ساتھ دین کا کام کرو، حدود کو توڑ کر نہ کرو۔ جیسے حج کے موقع پر نویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ عرفات میں ملتے ہیں، اُس وقت کعبہ سے لپٹنے سے اللہ نہیں ملے گا، نویں تاریخ کو سب حاجی میدانِ عرفات گئے اور یہ غلافِ کعبہ پکڑے رو رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کے گھر کو نہیں چھوڑوں گا، یہ بے وقوف ہے، اس کا حج نہیں ہو گا۔ اس لیے دوستو! علماء کے ساتھ رہو اور قرآن و حدیث کی روشنی میں رہو۔

اب بتلائیے کہ اگر کوئی غیر عالم ہوتا اور تبلیغ کا جوش ہوتا، تو وہ یہ کہتا کہ ارے میاں! بیوی کو چھوڑو، سب اللہ سے ہوتا ہے، اللہ سب ٹھیک کر دے گا، جاؤ تم نکلو، نکلو، نکلو۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ تبلیغ میں وقت لگانے سے پہلے علماء سے مسئلہ پوچھو کہ ہمارے ذمے کوئی حقوق تو نہیں، پھر جو وہ بتائیں اُس پر عمل کرو۔ اور علماء بھی وہ علماء جن کے مزاج میں اعتدال ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ قاضی فیصلہ نہ کرے جب اُس پر حالِ غضب غالب ہو جائے، تو جن پر تبلیغ کا حال غالب ہو گیا وہ علماء بھی اس قابل نہیں کہ ان سے مسئلہ پوچھا جائے کیوں کہ وہ مغلوب الحال ہو گئے، لہذا بعض ایسے نادان کہتے ہیں کہ علماء کے لیے نو چلہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ان کو اتنا رگڑو کہ ان کی علمی شان باقی نہ رہے، وہ مغلوب الحال ہو جائیں، یعنی غالب علی الاحوال نہ رہیں۔ اس میں دوسرا نکتہ یہ بھی ہے کہ نفس میں جو بڑائی ہے وہ ختم ہو جائے۔ جو بڑے ہیں وہ تو یہی فائدہ بیان کرتے ہیں، لیکن بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ایک بات میرے قلب پر منکشف ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کون فقہیہ ہو سکتا ہے؟ جن کے اسلام پر آسمانوں میں خوشی منائی گئی۔ انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں حکم جاری کیا تھا کہ ہر چار مہینہ بعد سپاہی میدانِ جہاد سے گھر واپس آ کر بیوی کا حق ادا کرے، اور یہ قانون کس بات پر بنایا تھا؟ ایک مرتبہ گشت میں سنا کہ ایک عورت ایسے اشعار پڑھ رہی ہے کہ اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا، تو میں نامناسب کام سے اپنی خواہش پوری کر لیتی۔ تو آپ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ سے پوچھا کہ بیٹی! عورت اپنے شوہر سے کتنے عرصہ کی جدائی برداشت کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ چار مہینے۔ تو آپ نے قانون بنا دیا کہ ہر چار مہینے بعد سپاہی جہاد سے واپس آئے اور بیویوں کا حق ادا کرے۔

اور اگر کوئی شیخ فانی ہو جائے یعنی بڑھا ہو جائے۔ اب کسی کی کیا مثال دوں؟ بعضے



صور تاشیح فانی ہوتے ہیں اندر سے شیخ باقی ہوتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ مسئلہ بیان کیا کہ جو ان آدمی روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ نہیں لے سکتا، بڈھالے سکتا ہے، کیوں کہ بڈھاپے کی وجہ سے بڈھے کے لیے یہ امکان نہیں کہ وہ مغلوب الشہوت ہو کر جماع کر لے۔ تو حدیث کو پڑھاتے ہوئے امام صاحب نے فرمایا کہ بعض جوان بڈھے ہیں، جو قوت میں کمزور ہیں، مرض بخار میں مبتلا ہیں، بالکل دم نہیں ہے ان کے لیے بوسہ لینا جائز ہوگا، اور بعض بڈھے کشتہ کھا کر، مرغی کا سوپ پی کر جوان ہیں، تو ان کے لیے بوسہ لینا جائز نہ ہوگا۔ مدار اس کا قوت ہے۔ اسی لیے تو امام صاحب کی فقہ پر بڑے بڑے علماء عیش عیش کرتے تھے۔

سچ کہتا ہوں کہ دس لاکھ مسلمان جو عالم نہیں ہیں وہ دینی کام سے کہیں جا رہے ہوں اور ایک عالم متقی، اللہ والا مجھے انتخاب کر لے کہ اختر! تم میرے ساتھ چلو، تو میں ان شاء اللہ عوام کو چھوڑ کر عالم کے ساتھ رہوں گا، کیوں کہ یہ نائب رسول ہے۔ حدود شریعت میں رہ کر کام کرنے سے اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ خوش ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو بلایا کہ میرے ساتھ ہجرت کرو، کسی کو نہیں بلایا، تو صدیق اکبر خوش قسمت تھے یا نہیں؟ اب اگر نبی کسی کو بلائے کہ میں چل رہا ہوں تم میرے ساتھ چلو اور ہم کہیں کہ نہیں نہیں ہم تو چلے جا رہے ہیں۔ جب شیخ بستی میں آ رہا ہو اس وقت اس کو چھوڑ کر تبلیغ کے لیے نکل جانا، میں تو کہتا ہوں کہ قیامت کے دن اس سے مواخذہ ہوگا۔ کیوں کہ شیخ نائب رسول ہے۔ مزی کی ہے اور تزکیہ کرانا فرض ہے۔

اسی طرح تبلیغ کے اکابر امر دلوں کو تبلیغ میں لے جانے سے منع فرماتے ہیں، مگر پھر بھی اکثر لوگ بے اصولی کرتے ہیں اور بے ریش لڑکوں کو مسجد میں اپنے ساتھ سٹلاتے ہیں۔ یہاں ایک شخص آتا ہے، اس نے خود مجھے بتایا کہ میں مسجد میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس تین قسم کے لوگ آئے، ایک نوجوان نے میرے پیر دبائے، اس کے بعد ادھیڑ عمر والے نے پیر دبائے اور اس کے بعد بڈھے بڈھے لوگوں نے پیر دبائے تو میں نے کہا کہ آپ لوگ میرے پیر کیوں دبا رہے ہیں؟ سب نے کہا کہ ہم آپ کا اکرام کر رہے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ جو بڈھے خود اپنی پنڈلی دبا رہے ہیں ان کے پیر کیوں نہیں دباتے ہو؟ دیکھو وہ بڈھا جو دھر اپنا پیر خود دبا رہا ہے وہاں

جاؤ، اس کا پیر دباؤ، خوبصورت لڑکے ہی تم کو دبانے کے لیے ملے ہیں، سارا اکرام ان ہی کے لیے ہے؟ لہذا اپنے بزرگوں اور علماء کے مشورے کے خلاف نہیں کرنا چاہیے۔

قاضی صاحب کو دیکھو! ان کو علماء سے کتنی محبت ہے، ان کو مجھ سے بھی محبت ہے۔ جب میرا سفر ہوتا ہے تو سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ رہوں گا۔ پہلے دین سیکھتے ہیں، اس کے بعد جب جماعت میں جاتے ہیں اور قرآن و حدیث کے علوم اور صحابہ کے حالات پیش کرتے ہیں تو سارے تبلیغی احباب ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ عوام کے دل میں علماء کی عظمت پیدا کرنا بھی عظیم کام ہے، ورنہ اگر عوام کا علماء سے رابطہ ختم ہو جائے تو پھر کیا ہوگا؟ پھر قانون معلوم نہیں کریں گے۔ فضائل پر تو عمل ہو رہا ہے اور نماز کی سنتیں یاد نہیں۔ کئی کئی چلّے لگانے والوں کے ذرا سجدہ ہی کو دیکھ لیجیے کہ انگلیاں ملی ہوئی ہیں یا نہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت کا تذکرہ نہیں ہوتا۔

اسی لیے عربوں کو حدیثوں کی مستند کتابوں میں جو سنتیں ہیں وہ سنائی جائیں۔ جتنے عرب ہیں وہ بخاری کو مانتے ہیں، مسلم کو مانتے ہیں، صحاح کی جتنی احادیث ہیں سب کو مانتے ہیں لہذا جو سنتیں حدیثوں میں ہیں ان کو الگ جمع کر لو، تاکہ عربوں کو اگر یہ اشکال ہو کہ کہیں یہ حدیث ضعیف تو نہیں ہے، تو انہیں بتا دو کہ یہ حدیث صحاح کی اس کتاب میں ہے۔ آپ نے اس طرح سجدہ کیا، حالاں کہ سنت کے مطابق یہ طریقہ ہے۔ جیسے بخاری شریف کی ایک سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے پیر میں جو تاپہنو، تو اس حدیث کو بیان کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟ کون سا عرب ایسا ہے جو اس کو نہیں مانتا؟ حنبلی، شافعی، مالکی سب اس کو مانتے ہیں۔ میں ان شاء اللہ ایک کتاب لکھنے والا ہوں جس میں صرف صحاح کی چھ کتابوں کی حدیثوں کی سنتیں جمع کروں گا، تاکہ ساری دنیا میں قابل قبول ہو۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام اپنی رحمت سے مجھ سے لے لے۔

میں نے اور قاضی صاحب نے ایک مرکز کے امام سے گزارش کی کہ ہر نماز کے بعد صرف ایک سنت بیان کر دیا کرو۔ کہنے لگے کہ نہیں! یہ سب ہمارے یہاں نہیں ہوگا، ہم صرف چھ نمبر بیان کریں گے۔ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی یہی قدر ہے؟ کیا چھ نمبر کے ساتھ سنتوں کا سیکھنا منع ہے؟ غرض انہوں نے قاضی صاحب کے مشورے کی کوئی قدر نہ کی۔



تبلیغی جماعت نافع ہے، کافی نہیں

مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع میں بیان فرمایا۔ جہاں ساڑھے تین چار لاکھ کا مجمع تھا۔ چوں کہ مولانا انعام الحسن صاحب حضرت کے ساتھ پڑھے ہوئے ہیں، اس لیے حضرت کو فوراً موقع دیا گیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ تبلیغی جماعت نافع تو ہے، کافی نہیں ہے۔ اور کافی کب ہوگی؟ جب علمائے دین اور اہل اللہ سے قوی تعلق قائم ہوگا۔ چوں کہ چھ نمبر میں پورا دین نہیں آسکتا، اس لیے علماء کی ضرورت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

تبلیغی جماعت کی مثال فرسٹ ایڈ کی سی ہے کہ کسی کے چوٹ لگ جائے، تو اس کی فوراً مرہم پٹی کر کے اس کو علاج کے لیے بڑے ڈاکٹروں کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ اسی غرض سے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جماعت قائم کی تھی کہ جو بے چارے دین سے دور ہیں انہیں دین سے مانوس کر کے ان کا رشتہ علماء و مشائخ سے جوڑا جائے تاکہ وہ پورا دین حاصل کر لیں۔ علماء و مشائخ سے تزکیہ نفس یعنی اپنے نفس کی اصلاح بھی فرض ہے، کیوں کہ اعمال کی قبولیت کا مدار تزکیہ نفس پر ہے، اس لیے تبلیغی جماعت کا نافع ہونا تو تسلیم ہے، مگر کافی ہونا تسلیم نہیں کہ صاحب بس اب تو یہی کام ہے، یہی کام ہے۔ مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ یہی کام ہے، بلکہ یوں کہو کہ یہ بھی کام ہے۔ یہ نہ کہو کہ بس چلے میں جاتے رہو اور علماء و مشائخ کی ضرورت نہیں۔ دین کے کام کرنے والوں کے مختلف طریقے اور اقسام ہیں، بعضوں کا نفع عام ہوتا ہے اور بعضوں کا نفع تام ہوتا ہے، اور بعضوں کا نفع عام بھی ہے اور تام بھی ہے۔ اخلاص کے بغیر نہ مدرسہ قبول ہے نہ تبلیغ قبول ہے۔ مولانا ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ اخلاص ملتا ہے بزرگان دین کے پاس، لہذا مدارس والے علماء کے لیے بھی ضروری ہے کہ مشائخ اور بزرگان دین کی خدمت میں اصلاح نفس کے لیے جائیں۔

تزکیہ نفس علماء پر بھی فرض ہے

علماء خوش نہ ہوں کہ بس ہم تو بہت بڑے ہو گئے، علماء کے لیے بھی اپنے نفس کو مٹانا فرض ہے۔ مدارس کے علماء کے لیے بھی ضروری ہے اور تبلیغ والوں کے لیے بھی ضروری ہے

کہ اخلاص حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ کی صحبت میں تزکیہ نفس کرائیں۔ تزکیہ نفس کا شعبہ مقاصد نبوت میں سے ہے۔ تزکیہ نفس پر اعمال کی قبولیت کا مدار ہے۔

ایک تو ہے تبلیغ اور ایک ہے مدرسہ، تو تبلیغ اور مدرسہ سے اعمال کا وجود ملتا ہے، لیکن اعمال کا قبول ملتا ہے خانقاہوں سے۔ جہاں اخلاص پیدا ہوتا ہے، جہاں کبر اور عُجب کا آپریشن کرتے ہیں۔ آپ کے شہر میں ایک دل کا ہسپتال ہو اور ہارٹ اسپیشلسٹ سب کے سب باہر چلے جائیں، تو دل کے مریض کہاں جائیں گے؟ اور ایک بات اور بھی ہے کہ دل کا آپریشن فٹ پاتھوں پر نہیں ہوتا، میدانوں میں نہیں ہوتا، سر پر بستر لے کر نکلنے سے نہیں ہوتا، جہاں دل کا آپریشن ہوتا ہے وہاں لکھا ہوتا ہے کہ یہاں ہارن نہ بجائے، اس لیے دل کا آپریشن تو ہسپتال کے کمروں میں ہو گا۔ اسی طرح دل کی اصلاح کا آپریشن تو خانقاہوں کے حجرہوں ہی میں ہو گا، یہ مساجد کے منبروں پر بھی نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وہاں غیر طالب بھی ہوتے ہیں جن کو مناسبت نہیں ہے، اس لیے ان کے عناد کی نحوست سے تربیت و اصلاح کا مضمون بھی مزکی و مصلح کے دل میں نہیں آتا۔

گر ہزاراں طالب اندو یک ملول

از رسالت بازمی ماند رسول

اگر ہزاروں طالب و مخلص بیٹھے ہوں اور ایک آدمی ہو جو بغض و نفرت سے بیٹھا ہوا ہے مجبوراً کسی وجہ سے، کسی دنیاوی فائدہ سے یا کسی اور مجبوری سے بیٹھا ہوا ہے، تو اگر رسول بھی ہے تو اس کا فیضان رُک جائے گا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تبلیغ میں اتنا بڑا چلہ ہوتا ہے اور اتنا مجاہدہ ہوتا ہے اور یہ علماء مدرسوں میں پنکھوں کے نیچے بیٹھے ہوئے بخاری پڑھانے میں لگے ہیں، لیکن عوام کی ساری زندگی کا چلہ علماء کے دس برس کے چلے سے کم ہی رہتا ہے۔ دس برس کا مسلسل چلہ کھینچو، دس سال میں عالم ہوتے ہیں، تب پتا چلے گا کہ یہ چلہ کتنے مجاہدے کا ہے اور اگر حافظ قرآن ہے تو تین سال اور لگائیں، اس طرح تیرہ سال تک بے چارے پڑھتے رہتے ہیں، مگر صرف ایک کمی ہے، اب وہ بھی بتائے دیتا ہوں۔ اپنی برادری کی بھی بات بتاؤں گا اگرچہ وہ بھی ہماری برادری ہے یہ بھی ہماری برادری ہے یعنی اہل تبلیغ، اہل مدارس، اہل خانقاہ سب ہماری ہی برادری ہے۔

حق بات پیش کرنے سے شرمائیں اور نہ ڈروں گا، چاہے مولوی بھی ناراض ہو جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ عالم کے معنی ہیں جو اللہ کو جانتا ہو اور باعمل ہو، اس کے دل میں اللہ کی خشیت ہو اور اس کے نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو یعنی اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو گیا ہو، ورنہ علم کا عطر تو تیرہ سال میں حاصل کیا مگر دل کی شیشی صاف نہیں کی۔ اگر آپ کو دس ہزار روپے تولے والا خالص عود کا عطر لینا ہے، تو آپ کس شیشی میں لیتے ہیں؟ جس شیشی میں کتے بلی کا گو لگا ہوا ہو اس میں آپ عطر لیں گے؟ اسی طرح تیرہ سال میں جو قرآن و حدیث کا عطر حاصل کرتے ہیں، ان پر اپنے قلب کی شیشی کا تزکیہ بھی فرض ہے، اگر تزکیہ نہیں ہوتا تو پھر یہ علم روپیوں سے، جاہ سے، عزت سے، مال سے، ذرا ذرا سی بات سے بک جاتا ہے۔ جب تزکیہ نہیں ہوتا تو دل میں دردِ محبت بھی نہیں ہوتا، بیان میں مزہ اور تاثیر نہیں ہوتی، لہذا علماء کی عظمت کے باوجود بعض میں جو کمی ہے وہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ اگر یہ اپنے قلب کی شیشی کی دھلائی کر لیں، اور تزکیہ کر لیں تو پھر ان کے عطر کی خوشبو اڑے گی، کیوں کہ ماشاء اللہ ان کے پاس قرآن و حدیث کا عطر تو ہے ہی، بس قلب کی شیشی صاف کروانے کی ضرورت ہے۔

جب علماء اہل اللہ و مشائخ سے تعلق قائم کرتے ہیں اور اپنا ہاتھ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں تزکیہ کے لیے دے دیتے ہیں اور وہ مشائخ دیکھتے ہیں کہ اس عالم کے دل میں کچھ بڑائی آگئی ہے، تو اس سے مجاہدہ کراتے ہیں تاکہ ان کے نفس سے تکبر نکل جائے، علم کا احساس نکل جائے، علم کا نشہ اتر جائے اور عوام کو یہ حقیر نہ سمجھیں۔ چنانچہ ہمارے تمام بزرگانِ دین اور بڑے بڑے علماء نے بزرگوں کی جو تیاں اٹھائیں اور نفس کا تزکیہ کر لیا، اسی لیے ان کا سارے عالم میں ڈنکا پٹ گیا، ان کے علم کی خوشبو سارے عالم میں پھیل گئی۔

اکابر کا فناءِ نفس

نفس و شیطان سے بچنا آسان نہیں ہے۔ شیخِ کامل کے بغیر کسی کی اصلاح نہیں ہو سکتی ورنہ مولانا تھانوی، مولانا گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی جیسے علماء ایک غیر عالم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمت اللہ علیہ سے کیوں اصلاح لیتے؟ خواہ کتنا ہی قابل ہو، لیکن **رَأَى الْعَلِيلِ عَلِيًّا** بیمار کی رائے بیمار ہوتی ہے۔ حکیم اجمل خاں بھی جب بیمار ہوتے تھے تو

دوسرے حکیم سے علاج کرواتے تھے، لہذا یہ اکابر علماء علم و فضل کے باوجود اپنے نفس کی اصلاح کے لیے حاجی صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے زانوائے ادب تہہ کیا۔

چنانچہ حاجی صاحب نے تھانہ بھون میں ایک بار مولانا گنگوہی کے ہاتھ پر روٹی رکھ دی اور روٹی پر آلو کی بھجیرا رکھ دی اور فرمایا: کھائیے! مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب گوشہ چشم سے مجھے دیکھ بھی رہے تھے کہ کہیں اس کو تغیر تو نہیں ہے کہ شیخ نے میری کیا بے وقعتی کی۔ مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس وقت میری روح مست ہو رہی تھی کہ کہاں یہ میری قسمت کہ شیخ اس طرح میرے نفس کو مٹائے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ایک عالم مفتی بھی تھے، واعظ بھی تھے اور محدث بھی تھے، اصلاح کے لیے اپنے شیخ کے پاس گئے۔ شیخ نے ان سے کہا کہ آپ کو تین کام چھوڑنے پڑیں گے: آپ نہ فتویٰ دیں گے، نہ حدیث پڑھائیں گے، نہ وعظ کہیں گے۔ سال بھر خانقاہ میں رہیے اور اللہ اللہ کیجیے، اور سال کی بھی قید نہیں ہے، جب تک میں اجازت نہ دوں آپ دین کا، دعوت الی اللہ کا کوئی کام نہیں کریں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ اُس زمانے کے بعض خشک اہل فتاویٰ نے اس شیخ کے کافر ہونے کا فتویٰ دے دیا۔

ملا علی قاری محدثِ عظیم اور اپنی صدی کے مجدد تھے، وہ لکھتے ہیں کہ سال بھر کے بعد جب شیخ نے محسوس کیا کہ ان کا نفس مٹ گیا ہے، اب یہ جو وعظ کہیں گے اللہ کے لیے کہیں گے، جو تصنیف و تالیف کریں گے اللہ کے لیے کریں گے، اب ان میں اخلاص پیدا ہو گیا ہے تو انہیں حدیث پڑھانے کی بھی اجازت دے دی، فتاویٰ دینے کی بھی اجازت دے دی اور وعظ کہنے کی بھی اجازت دے دی تو وہ جو دس سال سے بیان کر رہے تھے اس میں کوئی اثر نہ تھا اور اجازت ملنے کے بعد جب انہوں نے پہلا بیان کیا تو ایسے درد بھرے دل سے کیا کہ جتنے سامعین تھے سب اُسی وقت صاحبِ نسبت ہو گئے، ولی اللہ بن گئے۔ شیخ کی برکت سے ایک سال میں کیا سے کیا حالت ہو گئی۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا

پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جانناں کر دیا

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیاسے اگر پانی کو تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔ جب دودھ کا جوش ہوتا ہے تو ماں اپنے بچوں کو خود تلاش کرتی ہے کہ وہ کہاں ہیں۔

تشنگاں گر آب جویند از جہاں

آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

اگر اخلاص نہ ہو گا تو نہ وعظ قبول ہو گا، نہ بخاری شریف پڑھانا قبول ہو گی اور نہ تبلیغ والوں کا چلہ قبول ہو گا۔ لہذا ریا سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث یاد کر لو کہ جناب واعظ صاحب بھی دوزخ میں جا رہے ہیں، شہید صاحب بھی دوزخ میں جا رہے ہیں اور قاری صاحب بھی دوزخ میں جا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اخلاص نہیں تھا۔

دین کے شعبے آپس میں رفیق ہیں، فریق نہیں

تبلیغ ہو، مدارس ہوں، مکاتب ہوں، خانقاہیں ہوں، سب دین کے شعبے ہیں، ہر ایک دوسرے کو اپنا رفیق سمجھے فریق نہ سمجھے۔ تبلیغ والے ہوں، علمائے دین ہوں، خانقاہ والے ہوں سب لوگ یہ کہیں کہ ہم آپس میں رفیق ہیں، ڈیپارٹمنٹل آدمی ہیں، جیسے ریل کے محکمہ میں کوئی ٹکٹ دے رہا ہے، کوئی سگنل دے رہا ہے، کوئی گارڈ ہے، کوئی اسٹیشن ماسٹر ہے، کوئی ٹکٹ چیکر ہے، وہ لوگ آپس میں کیا کہتے ہیں کہ ہم ڈیپارٹمنٹل آدمی ہیں، ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ دنیائے مردار میں تو یہ اتحاد ہو اور دین میں اختلاف و افتراق ہو؟ کیسی افسوس کی بات ہے! تبلیغی جماعت، مدارس، خانقاہیں سب دین کے محکمے ہیں، سب دین ہی کا کام کر رہے ہیں، اس لیے ہم سب آپس میں رفیق ہیں۔ بہت نادان ہے وہ شخص جو تفریق پیدا کرنے کے لیے تنقید کرتا ہے کہ علماء کچھ نہیں کر رہے یا تبلیغ والے غلط کام کر رہے ہیں۔

امت کا درد رکھنے والے علماء اصلاح کرنے کے لیے مسئلہ بتاتے ہیں نفرت دلانے کے لیے نہیں، اس لیے ان کے کیڑے نہ نکالو، کوئی بات ہو تو اکرام کے ساتھ سمجھا دو۔ آج جو باتیں میں نے کہیں وہ اصلاح کے لیے کہی ہیں، تنقیص اور تنقید کے لیے نہیں۔ کراچی میں

میری مسجد سے جماعتیں جاتی ہیں، ہر دوئی میں مولانا ابرار الحق صاحب کی مسجد میں جماعتیں آتی ہیں، خود حضرت بارہارائے ونڈ بھی گئے اور نظام الدین جاتے رہتے ہیں۔ مولانا انعام الحسن اور حضرت دونوں ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں۔ بہت ہی نادان اور فتنہ پرور ہے وہ شخص جو مجھے تبلیغ کا مخالف سمجھتا ہے، بلکہ ہم تو عوام کو اس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں، البتہ کسی کو اگر اس طریقے سے مناسبت نہیں ہے تو شریک نہ ہو لیکن دوسروں کو منع نہ کرے۔

تبلیغی جماعت کا عظیم الشان فائدہ

جس جماعت سے اتنا بڑا عالمی فائدہ ہو رہا ہو اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت چمک رہی ہو، اس جماعت کی مخالفت کرنے والے سے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں، بلکہ ایسے شخص کا خاتمہ خطرے میں پڑ جانے کا خطرہ ہے، کیوں کہ اس جماعت کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت سی بشارتیں ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی ہوشیار ہو جائیں جو علماء کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اگر توبہ نہ کی تو سوء خاتمہ کا خوف ہے، کیوں کہ حدیثِ قدسی میں ایسوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ ہے۔ غرض جہاں بھی دین کا کام ہو رہا ہے اس کو اپنا کام سمجھو۔ دین کا کام کرنے والے ہمارے ہیں اور ہم اُن کے ہیں۔

تبلیغ کے مسائل بتانا تبلیغ کا انکار نہیں ہے

میں تبلیغی جماعت کے تمام احباب کو کہتا ہوں کہ میں اس جماعت کو بہت مبارک سمجھتا ہوں، لیکن اگر نماز میں سجدہ سہو واجب ہو جائے اور میں سجدہ سہو کا مسئلہ بتاؤں کہ نماز میں دو سجدے واجب ہو گئے ہیں، وہ ادا کرو ورنہ نماز دُہرائی پڑے گی، تو کیا میں نماز کا منکر ہوں؟ اسی طرح میں تبلیغ کا بھی منکر نہیں ہوں، البتہ مسائل بیان کرتا ہوں کہ یہ غلطیاں ہو رہی ہیں، لوگ اس بارے میں احتیاط کریں۔

مسائل نماز بتانا اور ہے، مگر نماز کی تحقیر حرام ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر کوئی غلط نماز

پڑھ دے اور سجدہ سہو واجب ہو جائے، تو کیا نماز ہی سے انکار کر دو گے؟ اسی طرح اگر کسی تبلیغی جماعت والے سے کوئی بے اصولی ہو جائے تو پوری تبلیغی جماعت کو متہم کرنا اور تبلیغ کی مخالفت کرنا کہاں جائز ہے؟

تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے

میں سمجھتا ہوں کہ دینی اعتبار سے اجتماعی کام کرنے والی جماعتوں میں اس وقت سارے عالم میں تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے۔ تبلیغ کے اصول بتانا تو واجب ہے، لیکن جس بات سے (تبلیغ کی حقارت، تبلیغی جماعت کی توہین یا ان کا مذاق اڑانا لازم آئے اس کو میں حرام سمجھتا ہوں۔ مسئلہ اور حدود کی بات بتانا اور چیز ہے، تنقید و تنقیص کرنا اور چیز ہے۔ مثلاً اگر ان سے کچھ کوتاہی ہو جائے تو مرکز کو یا علمائے دین کو اطلاع کر دو تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے، لیکن اس طرح کارویہ نہ اختیار کرو جس سے معلوم ہو کہ یہ غیر ہیں۔ یہ ہمارے ہیں۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ ہمارے ہی بزرگوں میں تھے، مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، تیس برس خانقاہ میں ان کی خدمت میں رہے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اتنا بڑا کام لیا کہ آج تبلیغی جماعت سے سارے عالم میں دین پھیل رہا ہے۔ بعض پڑھے لکھے لوگوں کا دل چاہتا ہے کہ ہم جماعتی حیثیت سے کام کریں، ان کو میں تبلیغ میں بھیج دیتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو ہمارے لیے بہت بڑے فرض کفایہ کا ذریعہ بنا دیا، کیوں کہ بعضوں کا مزاج اتنا تیز ہے کہ وہ خانقاہوں میں آنے کے لیے تیار نہیں، علماء کے پاس جانے کے لیے تیار نہیں، کالجوں میں، فیکلٹیوں میں، دوکانوں پر سانپ کی طرح بیٹھے ہیں یعنی مال پر فدا ہیں، یہ جماعت ان کو لے کر نکل جاتی ہے۔ اس کی برکت سے بڑے بڑے افسران اور انگریزی دان نماز، روزہ ادا کرنے لگے اور سنت پر چلنے لگے۔ تو کسی کی ایسی تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تبلیغی جماعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ میں تو حدود بیان کر رہا ہوں کہ جہاں ہم ان کی خدمت کے قائل ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں، وہاں ساتھ ساتھ یہ نصیحت ہے کہ وہ علماء کو حقیر نہ سمجھیں، مشائخ و بزرگوں کو حقیر نہ سمجھیں۔

امریکا، جاپان میں اسلام پہنچانے سے ہمیں خوشی ہے، لیکن اس کو اس حیثیت سے

بیان نہ کریں کہ بخاری پڑھانے والے علماء اور مشائخ جو تزکیہ نفس کا کام کر رہے ہیں، وہ گویا کمتر ہیں اور کوئی آلو بیچتے بیچتے جاپان چلا گیا اور اس کے ہاتھ پر کوئی جاپانی مسلمان ہو گیا تو اس کا درجہ بخاری پڑھانے والوں سے زیادہ بڑھ گیا۔ یہ عنوان جائز نہیں ہے بلکہ حرام کا فتویٰ دیتا ہوں، اس لیے کہ اہل اللہ سے لوگ دور ہو جائیں گے، علماء کی عظمت دلوں سے نکل جائے گی اور تعظیم علماء میں کمی کرنے پر بڑی سخت وعید ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمارے علماء کا اکرام نہیں کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

علماء، اہل اللہ اور مشائخ سے دور کرنا اخلاص کے بھی خلاف ہے، کیوں کہ اس کا مقصد عوام کو اپنا معتقد بنانا ہے جس کی تہہ میں حُبِ جاہ چھپی ہے، اس لیے تزکیہ نفس اور اخلاص فرض عین ہے، بعثت نبوت کے مقاصد میں سے ہے۔

جب چھ نمبر میں اکرامِ مسلم ہے تو علماء مسلم نہیں ہیں؟ یہ تو بڑے مسلمانوں میں سے ہیں، بلکہ مسلم گرہیں اور مسلمانوں کو مسلمان بنانے والے ہیں، ایسی گفتگو تو ان ہی کے نمبر اکرامِ مسلم سے حرام ہے، اس لیے عرض کر دیا کہ یہ جو تبلیغ کا کام ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اپنے ہی لوگ ہیں۔ کچھ لوگ جو نئے رنگ روٹ ہیں یا جن کو علم نہیں ہے یا جنہوں نے بزرگوں کی صحبت نہیں اٹھائی ان سے اس قسم کی باتیں نکل جاتی ہیں۔ ہمارے وہ احباب جو اہل اللہ سے یا ان کے غلاموں سے تعلق رکھتے ہیں اور تبلیغ میں بھی جاتے ہیں، ان سے کبھی آپ نے ایسی بات سنی؟ کیوں؟ اہل اللہ کی صحبت کی برکت کی وجہ سے۔ تو جن لوگوں نے اہل اللہ کی صحبت نہیں اٹھائی، نفس کی اصلاح نہیں کی اور دین انہیں مغلوب الحال لوگوں سے ملا تو یہ بھی مغلوب الحال ہو جاتے ہیں، پھر ان کو وہی نظر آتا ہے کہ جو اس کام میں نہیں لگا وہ کچھ بھی نہیں۔

مبارک اور بے مثال جماعت

میں تو یہ کہتا ہوں کہ تبلیغی جماعت بہت ہی مبارک جماعت ہے، دنیا میں اس جماعت کی مثال نہیں ہے۔ یہ سارے عالم میں کس قدر محنتیں کر رہے ہیں، اللہ ان کی محنت کو قبول فرمائے، لیکن دل چاہتا ہے کہ جب یہ اتنی محنت کرتے ہیں اور اپنا بوریا بستر لے کر نکلتے ہیں تو ان

کی محنت رابینگان نہ ہو۔ ان کی محنتوں پر آج اختر نے یہ محنت کی ہے، تاکہ ان کی محنتیں رابینگان نہ جائیں اور اخلاص کی برکت سے قبول ہو جائیں۔ تکبر، ریا اور دکھاوے سے ضالچ نہ ہو جائیں، میرے اس سارے بیان کا یہی مقصد ہے۔ میرے احباب میں جو لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں میں خود انہیں تبلیغ میں جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ جو لوگ تبلیغ میں لگے ہیں ان میں بہت سے میرے خلیفہ بھی ہیں، میں نے بخل نہیں کیا کہ تبلیغ والے کو کیوں خلافت دوں؟ وہ جب چلے لگانے جاتے ہیں تو پوچھ کر جاتے ہیں پھر آکر مجھ سے ملتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے جہاں جہاں آپ کی باتیں نقل کیں، تو اگرچہ بعض نادانوں نے اعتراض بھی کیا کہ چھ نمبر سے آگے کیوں جارہے ہو، لیکن جو لوگ سمجھدار تھے انہوں نے کہا کہ آہ! آج تم نے کیسی پیاری باتیں سنائیں جس سے ہماری آنکھیں کھلی گئیں اور انہوں نے ہمارا شکر یہ ادا کیا۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ یہ ہمارے بزرگوں کی، تمام اولیاء اللہ کی عکسالی باتیں ہیں، کھر اسونا ہے، جہاں چاہو پیش کرو۔

علماء کا اِکرام نجات کا سرمایہ ہے

یہ باتیں اس لیے عرض کر دیں تاکہ ہمارے دلوں میں اپنے مشائخ، بزرگانِ دین، علمائے کرام کی عظمت جو ہماری نجات کا سرمایہ ہے وہ قائم رہے۔ سن لو! میں اپنے بزرگوں کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں اور یہ میرا ہی قول نہیں، بلکہ تبلیغی جماعت کے ایک بہت بڑے شخص مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دعا جو رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے جن کی قبر ٹنڈو آدم میں ہے۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے مفتی رشید احمد صاحب کو بلایا اور مفتی صاحب نے یہ مجھ سے خود بیان فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے مرتے وقت یہ فرمایا کہ اے مفتی رشید احمد! تم گواہ رہنا کہ عبدالعزیز دہلوی مر رہا ہے مولانا گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی کے مسلک پر۔ شاہ صاحب تبلیغی جماعت کے آدمی تھے، ساری زندگی انہوں نے تبلیغ میں لگائی، لیکن مسلک کے اعتبار سے اپنے بزرگوں کی محبت اور تعلق کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے، اس لیے میں نے یہ باتیں یاد کرا دیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ بعضے اناڑی اور کم سمجھ لوگوں کی باتوں میں آکر کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہمارے جن علماء کے ہاتھوں پر کوئی جاپانی مسلمان نہیں ہو اوہ کٹھم ہیں۔

تبلیغی جماعت سب سے اچھی جماعت ہے اور اس سے امت کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے، اسکول، کالج، یونیورسٹی کے لڑکے نیک بن رہے ہیں، لیکن جہاں گاڑی اٹکے وہاں علماء سے رجوع کرو، مثلاً نماز کی ترغیب تو دے دی لیکن اگر کوئی نماز میں غلطی کرے تو علماء کی ذمہ داری ہے کہ اس کا مسئلہ بتائیں۔ غلطی کی اصلاح کے لیے مسئلہ تو بتانا پڑے گا۔ اب کوئی یہ سمجھے کہ صاحب یہ تو نماز کے مخالف ہیں تو وہ بے وقوف ہے۔ اسی طرح اگر کوئی تبلیغ میں غلطی کرے گا تو علماء کے ذمے ہے کہ اس کا مسئلہ بھی بتائیں، کیوں کہ تبلیغ بھی دین کا شعبہ ہے، لہذا ان علماء کو تبلیغ کا مخالف سمجھنا بے وقوفی ہے۔

کثرتِ ضحک کی شرح

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں فرمائیں۔ تین نصیحتیں میں نے سنا دیں، باقی چار بھی بتائے دیتا ہوں۔ چوتھی نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

إِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الضَّحِكِ

کثرتِ ضحک سے بچو، کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ اس سے مراد وہ ہنسی ہے جو غفلتِ قلب کے ساتھ ہو، اگر دل اللہ سے غافل نہیں تو ہنسنے میں مضائقہ نہیں، لیکن اس میں بھی اتنا غلو نہ کرو کہ ہر وقت ہنستے ہی رہو اور نہ اتنی کمی کرو کہ ہنسنا ہی بھول جاؤ، لہذا اللہ والے دوستوں کے ساتھ تھوڑا ہنسنا بھی چاہیے کیوں کہ یہ مقوی قلب اور مقوی اعصاب ہے، بالکل خاموشی سے اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں، لہذا خاموشی میں بھی غلو نہ کرو، نہ ہر وقت ہنستے رہو نہ بالکل خاموش رہو، بلکہ ہر چیز اعتدال میں ہو۔ ایک مرتبہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے، اتنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی بات پر ہنسی آگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائی:

أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ^{۱۸}

اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو ہنستا ہی رکھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو بھی حق ہے کہ اپنے بزرگوں کو دعا دیں، جیسا کہ ایک صحابی حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے تو کہیں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنی چادر عنایت فرمائی کہ اس پر بیٹھ جاؤ، تو انہوں نے وہ چادر لے کر اس کو بوسہ دے کر واپس کر دی اور آپ علیہ السلام کو دعا دی:

أَكْرَمَكَ اللَّهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَمَا أَكْرَمْتَنِي ۝۱۲

اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو عزت دے جیسا آپ نے مجھے عزت دی۔ معلوم ہوا کہ مرید اپنے شیخ کو، شاگرد استاد کو اور بیٹا باپ کو دعا دے سکتا ہے، لہذا آپ علیہ السلام کے ہنسنے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا دی **أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ** یہ حدیث بخاری شریف کی **كِتَابُ الصَّحَابِ** میں موجود ہے۔

اب اس پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص برابر ہنستا رہے اور ایک سیکنڈ بھی اس کی ہنسی نہ رکے، تو ہم کو اور آپ کو اس کے بارے میں کیا خیال ہو گا کہ اسے کسی ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے، اس کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ہر وقت ہنسنے سے کیا مراد ہے؟ محدثین نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ ہر وقت ہنسنے کی دعا نہیں ہے، بلکہ اس کا معنی ہے:

أَيُّ آدَامَ اللَّهُ فَزَحَكَ ۝۱۳

اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ آپ کی فرحت اور خوشی کو ہمیشہ قائم رکھے۔ ہمیشہ ہنسنے سے یہاں فرحتِ قلب مراد ہے، کیوں کہ جب فرحتِ قلب نہ ہوگی تو ہنسی کیا آئے گی؟ تو دلالتِ التزامی سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا دی کہ **آدَامَ اللَّهُ فَزَحَكَ** اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ کے قلب کی فرحتوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ قائم رکھیں۔ اسی لیے عرض کر دیا کہ بعض لوگ ایک حدیث دیکھ کر مفتی بن جاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے، ہنستے نہیں تھے، دوسری احادیث ان کے مطالعے میں نہیں،

۱۲ المستدرک: ۳/۲۹۲، کتاب الادب

۱۳ مرقاة المفاتیح: ۱۰/۳۸۸، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ

تو جب کسی عالم کو ہنستے دیکھتے ہیں تو اعتراض کرتے ہیں کہ صاحب یہ کیا ہے؟ حالاں کہ میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے، انہوں نے جنگ بدر میں ایک مشرک کو تیر سے مار گرایا، وہ نگاہو گیا:

فَصَحَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَظَرَتْ إِلَى نَوَاجِذِهِ ۗ

آپ علیہ السلام اتنا ہنسے کہ داڑھیں مبارک نظر آنے لگیں۔ لہذا علم پورا ہونا چاہیے، اردو کی کتابیں پڑھ کر علماء کی اصلاح مت کیجیے، مفتی نہ بنیے۔

ہنسنے میں بھی دل اللہ سے غافل نہ ہو

غرض ہمارے بزرگ ہنستے بھی ہیں اور ہنساتے بھی ہیں، لیکن ان کا دل اللہ سے غافل نہیں ہوتا۔ ایک مجلس میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ خوب ہنسے اور مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے پیر بھائیوں کو بھی خوب ہنسایا۔ بعد میں خواجہ صاحب نے پوچھا کہ سچ سچ بتائیں ہنسی کی اس محفل میں کیا آپ کے دل اللہ سے غافل تھے؟ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ بوجہ ادب کے ہم سب خاموش ہو گئے۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ! اس وقت بھی میرا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھا اور پھر یہ شعر پڑھا

لبوں پہ گوہے ہنسی بھی ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے

مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اللہ والوں کی ہنسی اور اپنی ہنسی کو برابر مت سمجھو، کیوں کہ وہ بظاہر ہنس رہے ہوتے ہیں مگر ان کا دل پھر بھی رو رہا ہوتا ہے۔ اس پر میرا بھی ایک شعر ہے۔

لب ہیں خنداں جگر میں ترا درد و غم

تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

اللہ والا اگر کاروبار بھی کر رہا ہے، مخلوق میں بھی بیٹھا ہے، بات چیت بھی کر رہا ہے اور ہنس بھی رہا ہے، مگر اُس وقت بھی وہ خدا کے ساتھ ہے۔ جسم کے مرتبے میں وہ آپ کے ساتھ ہے اور روح

کے مرتبے میں وہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اس مضمون کو اختر نے ایک اور شعر میں پیش کیا ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

حق بات کہنے کا سلیقہ

پانچویں نصیحت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

قُلِ الْحَقُّ وَإِنْ كَانَ مَرًّا

حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو۔ لیکن دوستو! حق بات بھی اگر کہنا ہو تو اس کو بھی سلیقہ سے کہو، جیسے اگر کوئی اپنی ماں سے کہے کہ اے میرے ابا کی بیوی! ناشتہ لاؤ۔ تو ہے تو حق، مگر ظالم نے حدیث کے مفہوم کو ضائع کر دیا۔ دین ہمیں ادب کا درس دیتا ہے، بے ادبی نہیں سکھاتا۔ دیکھو! حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے توڑنے کو اپنی طرف منسوب کیا، لیکن جب دو غلاموں کی دیوار کو سیدھا کیا تو اس کو اللہ کی طرف منسوب کیا، حالانکہ تینوں کام اللہ کے حکم سے کیے تھے، لیکن جو عیب کی بات تھی اس کو اپنی طرف منسوب کیا **فَارَدَّتْ أَنْ أَعِيبَهَا** پس ارادہ کیا میں نے کہ کشتی کو عیب دار کروں، اور جب معاملہ دیوار سیدھی کرنے کا آیا تو اپنے رب کی طرف نسبت کی:

فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ ۗ

لہذا دوستو! حق بات بے شک کہو، ڈٹ کر کہو، مگر موقع محل دیکھ کر ادب اور سلیقہ سے کہو۔ جیسے شکاری جس چڑیا کا شکار کرنا چاہتا ہے تو اس کی بولی بھی سیکھتا ہے، ورنہ وہ بھاگ جائے گی۔ اگر شاعر آیا ہے تو دو تین شعر پڑھ کر اس کو اللہ کے عشق میں پھنساؤ، اگر ڈاکٹر ہے تو اس کو تھوڑی سی ڈاکٹری بھی سنائو، مثلاً اس سے کہو کہ فرانس کے ڈاکٹر پاگلوں کو مسواک کراتے ہیں جس سے گندہ مواد ان کے دماغ سے نکلتا ہے اور وہ ٹھیک ہو رہے ہیں اور ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مبارک سنت کو چھوڑے ہوئے ہیں، حالانکہ مسواک سے نماز کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے

اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے سے ایک ایسا لعاب نکلتا ہے جس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ یہ ڈاکٹروں کا تجربہ ہے، لیکن ہم ڈاکٹروں کے تجربے کی وجہ سے انگلیاں نہیں چاٹتے، بلکہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں چاٹتے ہیں۔ بالفرض اگر ڈاکٹر منع بھی کریں تو ہم ان کی نہیں مانیں گے، اپنے نبی کی مانیں گے۔ اسی طرح کھانے کا برتن صاف کرنا بھی سنت ہے، کیوں کہ برتن دعا دیتا ہے کہ اے اللہ! اس کو جہنم کی آگ سے اس طرح بچا جس طرح اس نے مجھے شیطان سے بچایا۔ اس حدیث کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شامی جلد نمبر ۵، کتاب المحظروا لباحۃ میں نقل فرمایا ہے۔

راہِ حق میں طعن و ملامت سے نہ ڈریں

اور چھٹی نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

لَا تَخَفْ فِي اللَّهِ كَوْمَةَ لَائِمٍ

اللہ کے راضی کرنے میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرو۔ اگر کوئی ہنتا ہے تو ہنسنے دو۔ اگر کسی آدمی کو سخت پیاس لگی ہے اور کوئی شخص اسے ٹھنڈا شربت پلائے اور یہ جگہ اور بستی ایسی ہے کہ جہاں شربت پینے والوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، تو آپ بتائیں کہ کیا یہ پیاسا شخص لوگوں کے مذاق اڑانے کے خوف سے شربت پینا چھوڑ دے گا؟ تو اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت کی ایسی ہی پیاس مانگو کہ سارے عالم کی ملامتیں تمہیں اللہ کی فرماں برداری کرنے سے نہ روک سکیں۔

اگر کوئی شکاری مچھلی شکار کر کے اسے دوبارہ دریا میں چھوڑ دے، تو وہ دوبارہ دریا میں جائے گی یا نہیں؟ اور وہ دوسری سمندری مچھلیوں کی ہنسی مذاق اور طعنوں کی فکر بھی نہیں کرے گی، کیوں کہ اس کو پتا ہے کہ سمندر کے بغیر ہمیں راحت اور آرام نہیں مل سکتا، خشکی میں تو موت ہے، اس لیے وہ کسی کے لعن طعن کی پروا نہیں کرے گی، بلکہ دوبارہ سمندر میں جانے کی کوشش کرے گی۔ اسی طرح مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، اللہ کے معاملے میں مخلوق کا خوف نہیں کرتا، کسی کی لعنت ملامت سے نہیں ڈرتا، اپنی بیوی سے نہیں ڈرتا، برادری اور معاشرہ سے نہیں ڈرتا، اپنے علاقہ اور ملک سے نہیں ڈرتا، سارا

ملک اگر داڑھی منڈا دے، لیکن وہ تنہا شیر کی طرح داڑھی رکھتا ہے۔ ہمارے لیے کتنے شرم کی بات ہے کہ دس لاکھ کی آبادی میں ایک سکھ رہتا ہے، لیکن وہ کافر ہو کر بھی اپنے گرد نانک کی محبت میں داڑھی نہیں منڈاتا۔ بھائیو! ہم کیا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ سے ایسا ایمان مانگو کہ اگر سارا جہاں کافر ہو جائے پھر بھی اے اللہ! ہم آپ کو نہ چھوڑیں، اسی کو عشق کہتے ہیں۔

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبین سائی ہے

سر زاہد نہیں یہ سر سر سودائی ہے

اپنے عیوب کا استحضار رکھیں

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساتویں اور آخری نصیحت یہ فرمائی:

لِيَحْجِرَكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعَلَّمُ مِنْ نَفْسِكَ^{۴۳}

کہ تمہیں اپنے نفس کے بارے میں معلوم ہے کہ تم نے کتنی بد معاشیاں کی ہیں، بالغ ہونے سے لے کر اب تک اپنا سب حال معلوم ہے، لیکن دوسروں کا عیب نظر آتا ہے تو پہاڑ کے مانند بہت بڑا لگتا ہے اور اپنا عیب مچھر نظر آتا ہے، حالانکہ حکم یہ ہے کہ اپنے عیب کا اتنا مطالعہ کرو کہ دوسروں کے عیب دیکھنے کا موقع ہی نہ ملے۔

اللہ والے کی نافرمانی کی سزا

توبات چل رہی تھی کہ اولیاء اللہ کے بارے میں اپنی زبان احتیاط سے استعمال کرو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک جگہ فرمایا ہے کہ بعض اوقات ہاتھی کو ستانے اور چھیڑنے کو تو ہاتھی برداشت کر لے گا، لیکن اگر ہاتھی کے بچے پر ہاتھ ڈال دیا تو ہاتھی چیخ پھاڑ کر رکھ دے گا۔

ایک جنگل میں دس آدمی گئے، ایک صاحب کشف بزرگ نے ان سے کہا کہ دیکھو

ہاتھی کے بچے کا گوشت مت کھانا۔ ان کو کشف ہوا تھا کہ وہ راستہ بھول جائیں گے اور ان کو بھوک لگے گی۔ بزرگ کو خطرہ محسوس ہوا کہ بھوک کی شدت سے کہیں وہ ہاتھی کے بچے کا گوشت نہ کھالیں۔ کشف اللہ کے ہاتھ میں ہے، بندے کے اختیار میں نہیں، اگر اختیاری ہوتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہو جاتا جو قریب کے ایک کنویں میں موجود تھے۔ معلوم ہوا کہ کشف انبیاء کے اختیار میں بھی نہیں ہے، یہ دلیل ہے کہ کشف اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، لہذا جب اللہ کا فضل ہو تو ہزاروں میل دور سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو آگئی۔

بات چل رہی تھی دس آدمیوں کی کہ وہ جنگل میں راستہ بھول گئے، تو انہوں نے کہا کہ ہم ہاتھی کا گوشت نہیں کھائیں گے، کیوں کہ ہمارے بزرگ نے منع فرمایا ہے۔ کئی دن بعد جب ان کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی اور وہ بھوک سے بدحواس ہو گئے تھے، ان کی نظر ہاتھی کے ایک بچے پر پڑی۔ نو آدمیوں نے کہا کہ ہم اپنے بزرگ کی بات پر عمل کرتے ہیں، انہوں نے ہمیں گوشت کھانے سے منع کیا تھا، لیکن دسویں آدمی نے کہا کہ ارے چھوڑو! ہمیں بھوک لگی ہے، چنانچہ اس نے تلوار سے اس بچے کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھالیا۔ رات کو اس بچے کی ماں ہتھنی آگئی، جب اس نے دیکھا کہ بچہ نہیں ہے تو بچے کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی، اس نے دیکھا کہ ایک جگہ دس آدمیوں کی جماعت سوئی ہوئی ہے، ہتھنی نے سب آدمیوں کا منہ سونگھا، جس نے اس کے بچے کا گوشت کھایا تھا وہ درمیان میں سویا ہوا تھا کہ اگر ہاتھی آ بھی گیا تو پہلے دوسروں کو پکڑے گا اور اس کے شور کی وجہ سے میں جاگ جاؤں گا، لیکن ہتھنی نے باری باری سب کا منہ سونگھا، جب درمیان والے کا منہ سونگھا جس نے گوشت کھایا تھا تو ہتھنی نے اپنے بچے کے خون کی بو پہچان لی، اس نے اس آدمی کی ایک ٹانگ سونڈ میں پکڑی اور دوسری ٹانگ اپنے پیر کے نیچے دبا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعے کو نصیحت کے طور پر فرماتے ہیں کہ دیکھو! اللہ کے حق میں اگر کو تاہی ہو جائے تو رونے سے اور معافی مانگنے سے وہ معاف کر دے گا، لیکن اگر اس کے اولیاء کو ستایا تو بعض اوقات وہ اپنے اولیاء کے معاف کرنے پر بھی معاف نہیں کرتا۔

ہیچ قومے را خدا رسوانہ کرد

تا دل صاحب دے نامش بدرد

یعنی اللہ کسی قوم کو رسوا نہیں کرتا جب تک وہ کسی اللہ والے کو نہ ستائے۔ اس لیے دوستو! میں نے یہ عرض کیا کہ اپنے کو تو عیب دار سمجھو، لیکن دوسرے کے عیب کو مت دیکھو۔ عوام علماء کے عیب نہ تلاش کریں اور مقتدی اپنے ائمہ کرام کے عیب پر نظر مت رکھیں، بلکہ ان کی خبر گیری کرو کہ وہ بے چارے کس حال میں ہیں اور ان کے لیے دعا کریں۔

اہل علم کی فضیلت

علماء کی عظمت پر آج میں نے جو بیان کیا اس پر اللہ پاک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم سے خوش فرمادیں، کیوں کہ علماء کی عزت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میرے علماء کی عزت نہ کرے **فَلَيْسَ مِنَّا** میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ سوچ لو اس کو! علماء کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عظمت عطا فرمائی ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فضائل علم میں حدیث نقل کی ہے کہ علماء کو جنت کے دروازوں پر اللہ تعالیٰ روک دیں گے اور فرمائیں گے:

لَا تَدْخُلُوا إِشْفَعُوا لِمَنْ تَشَاءُونَ

ابھی جنت میں داخل نہ ہو، جس جس کی تم چاہو شفاعت کرو اور جنت میں لے جاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے کہ اے علمائے کرام! تم کو ہم نے علم کی دولت دی ہے تم سفارش کرو، ہم تمہاری سفارش قبول کریں گے۔ بتائیے! کتنی بڑی چیز ہے! علماء و ارشین انبیاء ہیں اور حدیث میں ہے کہ شفاعت کا حق سوائے تین کے اور کسی کو نہیں ملے گا انبیاء، علماء اور شہداء۔

بزرگوں کی دعاؤں کا اثر

میں نے اس وقت بفضلہ تعالیٰ قرآن و حدیث سے مدلل بیان کیا ہے، عربی کی عبارات تک نقل کیں تاکہ اہل علم حضرات کو صحیح مزہ آئے، اہل علم کے لیے عربی کی

عبارتیں شربتِ روح افزاء کا کام کرتی ہیں۔ یہاں جو علماء بیٹھے ہوئے ہیں ان سے پوچھ لو، میں نے تمام تفسیری اقوال عربی کے نقل کیے ہیں۔ اللہ نے عربی کی عبارات نقل کرنے کے متعلق میرا حافظہ قوی کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کے بچے کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں تو شاہی تربیت کے لیے ماں باپ کی غذا بڑھادیتے ہیں۔ اگر کسی غریب کے بیٹے کو بہت بڑا انجینئر بنانا ہے تو ماں باپ کی روزی بڑھادیتے ہیں اور اس کو اچھی غذا ملتی ہے۔ ایسے ہی جس کی آغوشِ تربیت میں کسی بڑی شخصیت کی تربیت کرانی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ شیخ کی بھی روحانی غذایں بڑھادیتے ہیں۔ جب جسمانی غذاؤں کے وہ رب العالمین ہیں تو روحانی غذاؤں کے بھی وہ رب العالمین ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ ان طالبین کی قسمتوں سے، محدثین کی قسمتوں سے، علماء کی قسمتوں سے مضامین بھی ویسے ہی دلِ شیخ پر عنایت فرماتے ہیں کہ ان کے دل میں بھی سیرابی آجاتی ہے اور ان کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ الحمد للہ! ہمارا پیر علم کی روشنی میں تصوف کو سکھا رہا ہے ورنہ پھر وہ مزہ نہیں آتا۔ آج بڑے بڑے علماء جب اس فقیر سے عربی عبارات سنتے ہیں تو مطمئن ہو جاتے ہیں ورنہ اگر صرف اردو میں کہتا تو ان کی تشفی نہ ہوتی، آپ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی قوی کر دیا ورنہ پہلے میرا حافظہ اتنا قوی نہ تھا کیوں کہ بڑے علماء سے واسطہ پڑنا تھا جن کو معمولی غذائے علم سے تشفی نہ ہوتی اللہ تعالیٰ نے ان علماء کی قسمتوں سے میرا حافظہ بھی قوی کر دیا اور میرے علم میں اللہ نے برکت ڈال دی۔ بڑے بڑے علماء نے مجھ سے کہا کہ ہم لوگ جاہلوں میں اس طرح عربی نہیں پیش کرتے جیسے آپ ہم جیسے علماء میں پیش کرتے ہیں، اور صدر مدرس ہر دوئی نے کہا کہ تم مولویوں میں فر فر عربی عبارات نقل کرتے ہو، ذرا بھی نہیں ڈرتے کہ کہیں زیر زبر کی کوئی غلطی ہو جائے اور فاعل کو مفعول اور مفعول کو فاعل بنا دو۔ میں نے کہا کہ میں جو کچھ بولتا ہوں اس کے سارے قواعد میرے ذہن میں ہوتے ہیں اور میں نے فنِ نحو پر ایک کتاب بھی لکھی ہے ”تسہیل قواعد النحو“ اور میں نے عربوں کو پڑھایا ہے، جب میں نے عدد، تمیز وغیرہ بیان کیے تو الحمد للہ! عربوں نے میرا شکریہ ادا کیا، اور یہ کرامت میرے بزرگوں کی ہے۔ اس وقت ایک بڑا بیاراشعریا آگیا۔

چاند تارے میرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں

یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

یہ بزرگ کون ہیں؟ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی دعائیں ہیں، شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں ہیں، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں ہیں۔ طیبہ کالج الہ آباد میں پڑھتے وقت میں نے تین برس حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں گزارے۔ میں کہتا ہوں کہ کوئی ایک دریا سے پیتا ہے، کوئی دو دریا سے پیتا ہے تو وہ سنگم ہو جاتا ہے اور جو تین دریا سے فیض لیتا ہے وہ تر بنی ہو جاتا ہے، اس وقت میں ہندوستان کی زبان بول رہا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے اختر کو تین دریاؤں کا چشمہ عطا فرمایا ہے، بس اللہ قبول فرمالے اور مجھے عاجزی اور تواضع کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمادے جہاں فنائیت ختم ہوتی ہے، اس سے آگے فنائیت کا کوئی درجہ نہ ہو، خدا تعالیٰ اختر کو، ہم سب کو اس مقام تک پہنچا دے۔

آج میرا دور روحانی بیماریوں کے سلسلے میں کچھ عرض کرنے کا ارادہ تھا یعنی غصہ اور بد نظری لیکن ایک مضمون دوسرے مضمون کی طرف چلا گیا۔ اب تو آپ کو یقین آجائے گا کہ میں مقرر نہیں ہوں۔

رشید برگردنم افکنده دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میرا دوست میری گردن میں رسی ڈالے ہوئے ہے، جس طرف چاہتا ہے مجھے لے جاتا ہے۔ گو میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس کو دوست کہہ سکوں، میں صرف اس شعر کا ترجمہ کر رہا ہوں، لیکن اللہ کی ذات کریم ہے، کیا بعید ہے کہ وہ ہم جیسے نالائقوں کو بھی اپنا بنالے، اس کی شانِ کریمی سے کیا بعید ہے۔

اس وقت جو کچھ اللہ نے ذہن میں ڈالا وہ میں نے بیان کر دیا، میرے پاس کچھ نہیں ہے، میری جھولی میں اس نے جو کچھ ڈالا وہ میں نے پیش کر دیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے بھیک مانگتا ہوں کہ یا اللہ! آپ کے بندوں کے لیے جو مضمون مفید ہو وہ میرے دل میں ڈال دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجھے جو بھیک عطا فرماتے ہیں وہ میں آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں اور میں اس پر خوش بھی ہوں، مجھے قطعی کوئی غم نہیں ہے کہ میں نے کیا بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اللہ نے مجھ سے کیا بیان کروا دیا، ہم تو اپنے ارادے کے ٹوٹ جانے سے اس کو پہچانتے

ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ارادے کے ٹوٹ جانے سے اپنے رب کو پہچانا۔ معلوم ہوا کہ کوئی ہے جو ہمارے ارادوں پر اپنا ارادہ مسلط کرتا ہے۔

اب دعا کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچادے، نبوت کا دروازہ تو ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا لیکن ولایت کا دروازہ آپ نے قیامت تک کے لیے کھول رکھا ہے۔ لہذا اپنی رحمت سے، اپنے کریم ہونے کے صدقے میں کہ آپ کریم ہیں، نااہلوں پر فضل فرمانے والے ہیں، ہماری نااہلی کے باوجود اولیائے صدیقین کی منتہا تک ہم سب کو اپنی رحمت سے پہنچادیتجیے، ہمارے بچوں کو اور ان لوگوں کو جو میری مجلس میں آتے ہیں اور ان لوگوں کو جو میرے ہاتھ پر بیعت ہیں اور ان لوگوں کو جو میرے شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہیں، میرے متعلقین اور میرے شیخ کے متعلقین یا اللہ! سب کو ولایت کی خط انتہا تک پہنچادیتجیے، اور جو خانقاہ میں داخل ہو جائے اے اللہ! وہ بھی محروم نہ جائے، جو یہاں آجائے اس کو بھی اور ہم سب کو بھی صاحب نسبت بنادے، نسبت لازمہ بھی دے دے، نسبت متعدیہ بھی عطا فرمادے، آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ



دین کی تبلیغ بلاشبہ نہایت اہم اور عظیم المرتبہ عمل ہے۔ کام جتنا بلند ہوتا ہے اس کے لیے اہلیت بھی اتنی ہی اعلیٰ مرتبے کی درکار ہوتی ہے۔ دین کی تبلیغ جیسے نہایت حساس امور کی انجام دہی کرنے والوں کو جن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے فقہاء کرام نے اس کی وضاحت فرمادی ہے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ”علم اور علماء کرام کی عظمت“ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت مدلل انداز میں تبلیغ دین کا کام کرنے والے احباب سے خطاب فرماتے ہوئے ہر معاملے میں علمائے کرام سے رہنمائی اور ان کا ادب کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ شریعت کے احکامات جس طرح علماء کرام سمجھتے ہیں وہ عام مسلمان کے بس کی بات نہیں۔ شریعت و سنت سے ہٹ کر جو بھی کام کیا جائے گا وہ ہرگز مقبول نہیں ہوگا۔ اسی لیے حضرت اقدس نے خصوصاً تبلیغ دین کا کام کرنے والے حضرات کو ہر ہر قدم پر علماء کرام کی رائے حاصل کی ترغیب دی ہے تاکہ دین کے صحیح احکامات لوگوں تک پہنچیں اور ان کی محنت بارگاہِ الہی میں درجہ مقبولیت کو پہنچے۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہریہ

کھنڈی نال، لاہور، پاکستان۔ فون: ۳۳۹۹۱۱۱

